

ایک بڑا کام یہ بھی کرنے کا ہے کہ جو طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان کے لیے معیاری تعلیم کا نظم کیا جائے، ادارہ جس سطح کا ہو اور جس طرح کا بھی، وہاں سے ہمارے فارغین اپنی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مکمل ہوں، ہم جانتے ہیں کہ یہ دور مقابلوں کا ہے، معیار کا ہے، کوئی ٹیلی نہیں رہے گی تو ہم ٹیچیشن کے اس دور میں بچھڑتے چلے جائیں گے، ہم جس معیاری بات کرتے ہیں، وہ ہمارے مقابلے سے کی گئی آگے ہو، اس لیے کہ بحالی اور القلم جن کے ساتھ ہیں، وہ عام حالات میں ہم تک پہنچتے ہوئے پیچھے نہیں جاتا ہے اور ہمارے طلبہ کو مختلف قسم کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے ہمیں ایسی اسٹراصلاحیت کے ساتھ میدان میں اتارنا ہوگا، میں بات صلاحیت کی کر رہا ہوں، صرف نمبرات کی نہیں، نمبرات کے باوجود کائنات کے اس ککڑے کے پیچھے علمی صلاحیت کا فقدان ہو تو ہمیں کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا، ہمیں آگے بڑھنا ہے، علم کے میدان میں، تحقیق کے میدان میں، تجربات کے میدان میں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملک و ملت کا مفید حصہ بننا ہے، یہ ایک تحریک ہے، یہ ہم سے اس تحریک اور مہم کا مایاب کرنے کے لئے سب کو آگے آنا ہے۔

اللہ کی باتیں --- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

چند بنیادی باتیں

”اور تم کو جس بات کی تحقیق نہ ہو، اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ، یقیناً کان، آنکھ اور دل، انسان سے ان سب کے بارے میں پوچھ گچھ گھبے“ (بنی اسرائیل، آیت: ۳۶)

مطلب: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی سے متعلق چند بنیادی باتیں دی ہیں، جن کی سماجی زندگی میں بڑی اہمیت ہے، انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان فضول اور لالچی باتوں کے کرنے سے گریز کرے اور جس بات کی اس کو تحقیق نہ ہو، اس کے پیچھے نہ پڑے، اس وقت تک جب تک کوئی بات غالب گمان کے درجہ میں نہ آ جائے، کیونکہ قیامت کے دن انسان سے اس کے کان، آنکھ اور دل کے بارے میں سوال ہوگا۔

یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، کسی شخص کو علم و فضل اور کمال بہتر کی نعمت عطا کی، کسی کو عقل و شعور کی دولت بخشی اور کسی کو دنیاوی سعادت و قیادت کی نعمت عطا کی، یہ سب نعمتیں قدرت کا عطیہ ہیں، اس کا شکر یہ ہے کہ ان صلاحیتوں سے وہ کام لیا جائے جو نعمتِ حق کو پسند اور مطلوب ہو، خیر و بھلائی اور نیکی کو پھیلانے اور بڑھانے میں صرف ہو، اللہ نے سننے کے لئے کان اور چلنے پھرنے کے لئے دو چیز دیئے، پکڑنے کے لئے دو ہاتھ دیئے اور بولنے کے لئے زبان کے اندر قوت کو لایا عطا کی، بظاہر ان اعضاء کو انسان کے لئے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے عطا کیں، اب انسان کا فرض ہے کہ اللہ کی بخشی ہوئی ان تمام نعمتوں کو حق کی اطاعت کیلئے استعمال کرے اور ان راہوں سے پوری طرح بچا جائے، جو غلط ہیں، اگر ہم نے اس کو یونہی چھوڑ دیا کہ جس پر چاہا ہاتھ صاف کر دیا، جودل میں آیا بے دھڑک بول دیا، جو چاہا چھوڑا اور جو چاہا کھایا، یہ جانوروں کی صفت تو ہوتی ہے، عقل و شعور رکھنے والے انسان کے لئے نہ مناسب ہے اور نہ ہی مفید ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و خوار تو ہوں گے ہی، قیامت کے دن بھی انہیں اپنے کروٹوں کا سبب دینا ہوگا، ہم آج جو کچھ کر رہے ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہے وہ ہماری نیوتوں سے خوب واقف ہے، وہاں ہر چیز کا ہمیں سبب دینا ہوگا، انسان کی آنکھ، کان، دل، سب کے سب اللہ کے نزدیک مسئول ہیں، ہمارے لئے ہزار بار سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم خود کو کہاں اور کی طرح استعمال کر رہے ہیں اور ہمارا یہ استعمال شکر کے خانے میں ہے یا ناشکری کے، اگر ہم نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر بجالایا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تمام نعمتوں میں اضافہ کریں گے، اور اگر ناشکری کی تو پھر وہی گرفت سخت ہوگی: ”لئن شکرتم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابى لشدید“ اس لئے ہر مومن بندہ کو اللہ کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہئے جس کا تقاضا ہے خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرنی چاہئے اور ہر ایسا عمل جو اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہو کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حسن عمل کی توفیق بخشنے۔ آمین

دین و شریعت پر ثابت قدم رہئے

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ رازی و قار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہوا جائے گا، لہذا غریب کے لئے خوش خبری ہے“ (مشکوٰۃ شریف)

وضاحت: اللہ رب العزت نے جب اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رسالت و نبوت کا تاج رکھا تو اس وقت دنیا میں مختلف مذاہب و ادیان کے ماننے والے موجود تھے، دوسرے زمین جہاں تفرق و شرک کا مرکز تھا، لوگ بت پرستی اور جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے، ایسے پرفتن ماحول میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و انصاف کی صدا لگائی اور وحدانیت کا پیغام سنایا تو مشرکین مکہ مخالفت پر اتر آئے اور ایذا رسانی کرنے لگے، تاہم چنگو بک صافیہ پر ایمان کے نکلنے سے ان کے فکر و نظر کو بدل دیا اور وہ آپ کے اطاعت و شعاروں میں شامل ہو گئے، مگر ان کی تعداد معدودہ سے چند تھی، ایمان قبول کرنے کے بعد وہ انتہائی کسی مہر کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے، وہ خود اپنے قبیلہ اور خاندانوں میں بیگنے ہو گئے تھے، گھر والوں کی نظروں میں بھی حقیر و کمتر تصور کئے جاتے تھے، مگر چونکہ ان کا ایمان بہت چمکتا تھا، اس پر وہ ثابت قدمی کے ساتھ تھے رہے، اذیتیں برداشت کیں، وطن سے بے وطن تک ہوئے، پھر رفتہ رفتہ اسلام پورے جزیرہ العرب میں پھیل گیا اور بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس کے بعد پھر ایک زمانہ آیا آئے گا کہ لوگ دین و اسلام اور اتباع سنت سے دور ہوتے جائیں گے، اب اگر کفر و شرک کے ماحول میں جو لوگ مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے، ان کے لئے خوشخبری ہے، اللہ کے یہاں ان کا مقام اتنا بلند ہوگا کہ اگر وہ کسی چیز کے بارے میں اللہ کی قسم کھالیں تو یقیناً اللہ پاک ان کی لاج رکھتے ہوئے اس کی قسم کو پورا کریں گے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جس غریب پر رشک کیا گیا ہے، ان کی صفت یہ بھی ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ اس وقت تک ستم نہیں کریں گے، جبکہ دوسرے لوگ اعراض کرنے لگیں گے، حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول گرامی غریب کے لئے خوشخبری ہے کہ غریب لوگ آخری دور میں بھی دین اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور اپنی استقامت کا ثبوت دیں گے، کتاب اللہ اور سنت رسول کو اختیار کئے ہوں گے، لہذا ان غریب کے لئے جن کے قلب ایمان و اسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے، خوش بختی و سعادت مندی ہے، اس لئے کہ آخر زمانہ میں بھی بچا رہے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے، ان کے دوست صرف اللہ، اس کے رسول اور مومنین ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں وہی لوگ عزت و احترام کے مستحق قرار دئے جائیں گے، جو مشکل حالات میں بھی اللہ کی وحدانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل یقین کے ساتھ دنیاوی زندگی گذارتے ہیں، جو لوگ یاد الہی سے غفلت برتتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے اعراض کرتے ہیں، وہ عند اللہ سخت سزاوار ہوں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق فاسمی

غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت اور اس کی مبارک بادی

س: آج کل کچھ مسلمان غیر مسلمان بھائیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی بنیاد پر نہ صرف ان کے مذہبی تہواروں میں شریک ہوتے ہیں، بلکہ جشن مناتے ہیں، ہولیاں کھیتے ہیں، تھن تھن نف دیتے ہیں، ان کی پوجا بات میں چندہ دیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے، ایسا کیوں کرتے ہو تو جواب ہوتا ہے مذہبی رواداری ہے جس کی اجازت ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ بہ حیثیت انسان دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آیا جائے، ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے، ان کے دکھ درد اور رنج و غم میں دلداری کی جائے اور غل و زیارتی سے پرہیز کیا جائے: ”لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الذِّیْنِ لَمْ يَقْتُلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَ تَقْسِبُوْا اَلَيْھِمْ“ (سورۃ الممتحنہ: ۸)

لیکن وہ اس بات کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسا دوستانہ تعلق قائم کیا جائے کہ ایک مسلمان اس کے مذہبی رنگ میں رنگ جائے، ان کے تہواروں میں شریک ہو کر ان کے کفر پر بیانی اعمال کی تائید کرے، اس پر اپنی خوشی اور نیک خواہشات کا اظہار کرے، اس موقع پر انہیں تحفہ و تحائف سے نوازے اور ان کی پوجا بات میں تعاون کرے، کیونکہ کفر اللہ رب العزت کو گوارا نہیں اور شرک کی آمیزش بالکل قبول نہیں: ”اِنَّ تَخْفٰوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفٰی عَنْكُمْ وَ لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ“ (الزمر: ۷) اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا: ”اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا ذُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرَکْ بِاَلٰہِہٖ فَقَدْ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا“ (النساء: ۳۸) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کا شریک ٹھہرائے اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہ سے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

وہ ایسے لوگوں کے ساتھ میلان اور ان کے شرک و ظالمانہ اعمال میں شمولیت و معاونت پر اپنے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وَلَا تَزَکَّوْا اِلَی الذِّیْنِ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَ مَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَّرُوْنَ“ (ہود: ۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھک جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ تم کو بھی دوزخ کی آگ پکڑ لے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا: ”لَا یَسْخِذُ الشُّکُوْنُ الذِّکْرُیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقَآءَ وَ یَحْذَرُکُمْ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَ اِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ“ (آل عمران: ۲۸) ایمان والوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ان کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں مگر سوائے ایسی صورت کے کہ ان کے شرع سے بچاؤ مقصود ہو۔

اسلامی تاریخ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب لوگوں نے مذہبی تہواروں میں شرکت کیلئے کہا تو انہوں نے یہ کہہ کر جانے سے اعراض کیا کہ میں یہاں ہوں، اس لئے ”اِنِّیْ سَمِیْعٌ“ (الصفت: ۸۹) مکہ والے جب حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ظلم و ستم کے سارے بھٹکانے استعمال کر کے ان کے ایمان کی نشاں لگوانے میں ناکام ہوئے تو آخر میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصالحت کا طریق پیش کیا کہ جس خدا کی آپ عبادت کرتے ہیں ہم بھی اس کی عبادت کیا کریں گے، اور جس معبود کی ہم پوجا کرتے ہیں آپ بھی ان کی عبادت کریں۔

ظاہر ہے یہ بات ناقابل قبول تھی جیسے ایک چیز بیک وقت سفید اور سیاہ نہیں ہو سکتی، جیسے روشنی اور تاریکی کا جمع ہونا ممکن نہیں، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک شخص بیک وقت جو حید کا قائل بھی ہو اور شرک کا مرتکب بھی، اللہ تعالیٰ نے زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ٹوک الفاظ میں اعلان کر دیا: ”قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۲) وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ“ (الکافرون: ۱-۳) اے کافرو! جس کی تم پوجا کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کر سکتا اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں کفر و شرک پر رہتے ہوئے تم اس کی عبادت نہیں کر سکتے، البتہ مصالحت کا بہترین فارمولہ یہ ہے کہ ”لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَ لَی دِیْنُیْ“ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین، میں نہ تو تمہارا طور و طریق میں پیچھے چھاؤں کریں گے اور نہ تمہارے طور و طریق میں پیچھے خانی کرو، یہی ہے رواداری کہ اپنے دین اور اپنی دینی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسرے اہل مذاہب کے معاملہ میں پیچھے خانی سے گریز کیا جائے، نہ یہ کہ اپنی شناخت اور پہچان خود میں اور دوسروں کے رنگ میں رنگ جائیں، رواداری کے نام پر غیر اسلامی شعائر کو اختیار کرنا خطرناک عمل ہے اور راہ راست سے ہٹک جانے اور دولت ایمان سے محروم ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے وقت اس بات پر بھی بیعت لیتے کہ کفار و مشرکین کے مذہبی تہواروں اور ان کے رسم و رواج سے الگ تھلک رہنا، چنانچہ حضرت جریر بن عبد اللہ الحنظلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ان باتوں پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے، نماز ادا کرو گے، زکوٰۃ دو گے، مسلمانوں کو نصیحت کرو گے اور مشرکوں سے انکے مذہبی معاملات اور رسم و رواج میں الگ رہو گے۔

”ابایع علی ان تعبد اللہ و تقیم الصلوٰۃ و تؤتی الزکوٰۃ و تناصح المسلمین و تفارق المشرکین“ (مسند نسائی: ۴۱۹۳، کتاب البیعة) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من تشبہ بقوم فهو منهم“ (مسند ابی داؤد، کتاب اللباس: ۴۰۳۳) جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا، لہذا ایک مسلمان پر غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت اور اس کی مبارکبادی سے احتراز لازم و ضروری ہے: ”من کثر سواد قوم فهو منهم“ (کشف الخفاء: ۲/۲۴۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڈیسہ وجہار کھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 41 مورخہ ۲۴ رجب الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

مدارس اسلامیہ کنوئشن

امارت شرعیہ کی جانب سے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم و ہدایت پر نائب امیر شریعت مولانا محمد شہد رحمانی قاسمی نے ۶ نومبر ۲۰۲۲ء کو المعہد العالی ہال امارت شرعیہ بھولاری شریف پٹنہ میں ”مدارس اسلامیہ کنوئشن“ کے عنوان سے ایک اجلاس طلب کیا ہے، جس میں بہار اڈیشہ وجہار کھنڈ، مغربی بنگال کے تقریباً پانچ سو مدارس کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے، اجلاس میں مدارس کو درپیش موجودہ خطرات، تعلیم و تربیت کے مسائل، انتظام و انصرام کو مزید چاق و چوبند اور عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے جیسے موضوعات زیر بحث آئیں گے۔ اجتماعی غور و فکر سے کوئی حل سامنے آئے گا۔ انشاء اللہ

واقعہ یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ اس وقت بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں، اس کو نیست و نابود کرنے کی جوہم آسام کی بی جے پی حکومت نے چلائی تھی، اسے یو پی کی یوگی حکومت نے بڑے پیمانے پر نافذ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، غلطی میں وہاں کے مدارس کا سروے کر لیا گیا اور سات ہزار پانچ سو مدارس کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا، غیر قانونی کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اب ان کے خلاف کارروائی ہوگی، حالانکہ ان میں بیش تر کا معاملہ یہ ہے کہ وہ رجسٹرڈ سرکار کے یہاں نہیں ہیں، رجسٹرڈ نہ ہونے کا مطلب غیر قانونی ہونا نہیں ہوتا، یہ مدارس دستور میں اقلیتوں کو دیے گئے حقوق کے مطابق چلائے جا رہے ہیں، پھر وہ غیر قانونی کس طرح ہو سکتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ نے ہر دور میں تعلیم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، اس نے لادینی راہ راہ روی، بے حیائی کے خلاف اپنی تربیت کے ذریعہ مؤثر ہم چلائی اور ایسے افراد تیار کئے، جن میں صالحیت بھی تھی اور صلاحیت بھی، بہار ہی نہیں، ملک، بلکہ بیرون ملک تک مدارس اسلامیہ کے فارغین کی خدمات کے نقوش ثبت ہیں اور ان کی جدوجہد کے مناظر و مظاہر، ہر علاقے میں دیکھے جاسکتے ہیں، تعلیم کو تجارت بنانے کے اس دور میں بھی یہ مدارس، غریب و نادار، بے کس و بے سہارا بچوں کے لئے تعلیم کا سب سے بڑا اور واحد ذریعہ ہیں، تعلیمی اداروں میں ہوشل اور ان کے خورد و نوش کا تصور بھی مدارس اسلامیہ ہی کا دیا ہوا ہے، جس کو جزوی طور پر ”مڈ ڈے میل“ کے طور پر حکومت نے اسکولوں میں نافذ کیا اور اسے اسکولی تعلیم کو پرکشش بنانے کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا۔

مدارس اسلامیہ میں بڑی تعداد تو ایسے مدارس کی ہے جو آج بھی سو دویاں سے بے نیاز ملت کے چندوں سے اس کام کا بیڑا اٹھاتے ہوئے ہیں، اور ملت کے بچوں کو تعلیم سے آشنا کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں، ان کی نظریاتی منفعت پر نہیں، تعلیم کو عام کرنے پر ہے، وہ سرکاری امداد کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، بلکہ بہت سارے اسے مدارس کے لئے مضرت سمجھتے ہیں، بورسین ان علماء نے روکھی سوکھی کہا کر اور کھلا کر، چٹائی اور یورپوں پر سوکر اور بچوں کو مسلمانوں کو علم سے آراستہ کر دیا۔ اور اجرت کے حصول کے بجائے اجرا خرو کی توقع پر زندگی گذاردی۔

اس مہم کا ایک حصہ ایسے مدارس بھی ہیں جو بہار کے تناظر میں پہلے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ، پھر بہار مدرسہ انکرا مینیشن بورڈ اور اب بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق ہیں، اپنے ایک سو دو (۱۰۲) سالہ دور میں ان مدارس کے ذریعہ بھی بڑی تعداد میں علماء اور دانشور پیدا ہوئے، امیر شریعت خاص حضرت مولانا عبدالرحمن نے بھی وہیں تعلیم پائی تھی، مولانا سید محمد شمس الحق سابق شیخ الحدیث جامعہ رحمانی موگیہ کی متوسطات تک کی تعلیم ایسے ہی مدرسہ میں ہوئی تھی، اس طرح کے بہت سارے نام لئے جاسکتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی خدمات دونوں سطح پر بڑے پیمانے پر جاری ہیں، اور اس کے اثرات بھی مختلف انداز کے سامنے آ رہے ہیں، میرا احساس یہ ہے کہ تعلیمی اداروں کی ترقی اور تربیت کے خوب سے خوب تر بنانے کی کوئی آخری منزل نہیں ہوتی، یہاں تو بڑھتا جا، اور چڑھتا جا، کاموقع ہوتا ہے، اسی لئے ہر دور میں اکابر علماء نے اصلاح تعلیم و تربیت اور اصلاح نصاب کی تحریک چھیڑی اور اس نظام کو جمود سے بچانے کی قابل قدر اور بیش قیمت خدمات انجام دی ہیں۔ اب امارت شرعیہ نے یہ تحریک چھیڑی ہے اور اسے بہار کے دور دراز مدارس تک پہنچا دینے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے، پھر دورے وغیرہ کی ترتیب بنے گی اور کاروائی آگے بڑھے گی، ہمیں اس تحریک سے نیک توقعات رکھنی چاہئے اور ہم ممکن مدد کرنی چاہئے اور ہر سطح پر اس مہم کو کامیاب کرنے کی عملی جدوجہد میں ہاتھ بٹانا چاہئے۔

حدیث میں ”تھوڑا عمل اور مسلسل عمل“ کی اہمیت بتائی گئی ہے، ہمیں اس اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور مسلسل اس کام کو جاری رکھنا چاہئے، ہمارے کام کا مزاج سوڈا کے ابال جیسا بن گیا ہے، جوش کے ساتھ ایک

رات میں مسجد بھی بنا دیتے ہیں اور تالاب بھی کھود دیتے ہیں، لیکن بقول مولانا ابوالکلام آزاد ایک اینٹ جوڑ کر سلسل اس کام کو نہیں کر پاتے اور پھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ”مردے از غیب بروں آید و کارے کند“، ہمیں اپنے اس طرز عمل کو بدلنا ہوگا، اور اس ٹھکن کام کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے طویل منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

رشی سوئک - برطانیہ کے نئے وزیر اعظم

برطانیہ کی وزیر اعظم اور کنزرویٹو پارٹی کی رہنما لریز برس نے پینتالیس دن بعد اپنے عہدہ ۲۵ اکتوبر کو استعفی دے دیا، انہوں نے پریس کانفرنس میں اس کی وجہ بتائی کہ میں وہ کام نہیں کر پارتی تھی، جس کے لیے مجھے وزیر اعظم منتخب کیا گیا تھا، یہ سیاست میں اخلاقیات کی عمدہ مثال ہے، ہم برطانوی تہذیب و ثقافت سے جس قدر بھی اختلاف رکھیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے سیاست دان اس اخلاقی اقدار سے کوسوں دور ہیں، اور ملک چاہے جہاں پہنچ جائے وہ کرسی چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔

یقیناً لریز برس کے استعفی کے پیچھے برطانوی سیاست میں جاری خلفشار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جس کی وجہ سے گزشتہ چار ماہ میں برطانوی عوام نے تین وزراء اعظم اور چار وزیر خزانہ کو دیکھا، اور پھر بھی ملکی معیشت کو مضبوط بنایا نہیں مل سکی، اس کی وجہ سے عالمی سطح پر برطانیہ کی ساکھ کافی نقصان پہنچا، ایسا ممکن ہے کہ اگلے انتخاب میں کنزرویٹو پارٹی کا صفایا ہو جائے اور لیبر پارٹی برسر اقتدار آجائے، لیکن انتخاب ابھی دور ہے، اسے ۲۰۲۳ء میں ہونا ہے، اور پارلیمان میں کنزرویٹو اکثریت حاصل ہے، اس لیے کنزرویٹو ممبران نے ہندزاد رشی سوئک کا اگلے وزیر اعظم کے طور پر انتخاب کر لیا ہے، سابق وزیر اعظم بورس جانسن کی حمایت اور آخری مرحلہ میں جینی مورڈنٹ کے اپنے نام واپس لینے کی وجہ سے یہ انتخاب متفقہ طور پر ہوا، بادشاہ چارلس سوم نے انہیں حکومت بنانے کی دعوت دی اور وہ باضابطہ وزیر اعظم ہو گئے۔ وزیر اعظم رشی سوئک برطانیہ کے سب سے کم عمر ہندزاد دستاویز (۵۷) وزیر اعظم ہیں، دسمبر ۱۸۷۳ء میں ولیم پٹ صرف چوبیس سال کی عمر میں وزیر اعظم منتخب ہوئے تھے، رشی سوئک کی عمر اس وقت بیالیس (۳۲) سال ہے، اس طرح دوسودس (۲۱۰) سال کی مدت میں وہ سب سے کم عمر وزیر اعظم بنے ہیں، ان کے دادا گورنوالہ میں پیدا ہوئے تھے جواب پاکستان میں بے نقل مکانی کینیا کر کے برطانیہ چلے گئے تھے، وہیں رشی سوئک کی پیدائش ہوئی، انہوں نے ۲۰۰۹ء میں انفوس کے شریک بانی نارائن مورتی کی بیٹی اکچھتا مورتی سے شادی کی، اکچھتا مورتی کے پاس انجمنی ملکہ لڑتھ سے دو لڑکیاں ہیں، اکچھتا کی انفوس میں ستر کروڑ ڈالر کے حصص ہیں، جب کہ ملکہ کے پاس صرف چھ لاکھ روپے مالیت کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائداد تھی، اس طرح بیوی کے واسطے سے رشی سوئک برطانیہ کے مالدار ترین انسان ہیں۔

رشی سوئک کے اس عہدہ تک پہنچنے کی مدت صرف سات سال ہے، ۲۰۱۵ء میں وہ بارک شاپر کے رچ منڈ حلقہ سے پہلی بار پارلیامینٹ کے لیے چنے گئے تھے، اس درمیان ۲۰۱۶ء میں وہ بریگزٹ کی حمایت میں تحریک چلانے کی بنیاد پر لوگوں میں مقبول ہوئے، پارٹی میں اپنے اثرات بڑھائے، ۲۰۱۷ء میں دوبارہ چن کر آئے، بعد پالمرسٹری پرائیوٹ سکرپٹری بنے، ۲۰۱۸ء میں تھر ہیا کے دور میں پہلی بار وزیر بنے، تیسری بار ۲۰۱۹ء میں منتخب ہونے کے بعد بورس جانسن کی حمایت میں آگے آئے، ۲۰۲۰ء میں وزیر خزانہ بنے، کورونا کے زمانہ میں برطانیہ کی معیشت کو گرنے نہیں دیا، اور ۲۰۲۲ء میں وزیر اعظم کی کرسی تک پہنچ گئے۔

اس وقت پرتگال اور ماریشس کے وزیر اعظم اور سوڈان، موری نام گویانا، سے شیل اور ماریشس کے صدر بھی ہندزاد ہیں، اس کے علاوہ امریکہ کنڈا، نیوزی لینڈ، آئرلینڈ، جاپان، کینیا، نیدر لینڈس، پرتگال اور بہت سارے دوسرے ملکوں میں بھی ہندوستانی نژاد بڑے عہدے و مناصب پر فائز ہیں، لیکن ہندوستانی میڈیا میں رشی سوئک کا وزیر اعظم بننا اس لیے چرچا کا موضوع رہا کہ جس ملک کو انگریزوں نے دوسو سال تک اپنا غلام رکھا، وہاں ایک ہندوستانی نژاد اعلیٰ منصب تک پہنچ گیا، اسے ایک اعزاز اور فخر کے طور پر دیکھا جا رہا ہے، مگلا باس بھی جب امریکہ کی نائب صدر منتخب ہوئی تھیں تو ایسا ہی شور مچا تھا، خوشی منانا بڑا نہیں ہے، لیکن جب ہم سو نیا گاندھی کو غیر ملکی کہہ کر وزیر اعظم کی کرسی تک نہیں پہنچنے دیتے، علامہ اقبال سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا لکھتے اور ہندوستان میں پیدا ہونے کے باوجود غیر ملکی ہیں، پشتوں سے رہ رہے یہاں کے لوگوں پر سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے ذریعہ غیر ملکی ہونے کی تلواریں لٹک رہی ہے، ایسے میں ہمیں رشی سوئک کے ہندوستانی نژاد ہونے پر تالی پٹینے کا کیا جواز بنتا ہے اور اس سے ہندوستانی مسائل و معاملات میں کیا بہتری آئے گی، یہ چرچا کا موضوع ہے۔

وزیر اعظم رشی سوئک کے لیے آگے کی راہ آسان نہیں ہوگی، حالانکہ وہ بورس جانسن کی وزارت میں وزیر خزانہ رہ چکے ہیں، جو برطانیہ میں وزیر اعظم کے بعد دوسرا بڑا عہدہ ہے۔ ۲۰۱۶ء میں برطانیہ کے بریگزٹ سے نکلنے کے فیصلے، ریفرنڈم اور اس کے نتیجے میں چارنی صدکی اکثریت سے بریکوٹ حامیوں کی جیت نے برطانوی عوام کو مسلسل تذبذب میں ڈال رکھا ہے، اور ملک تیزی سے کساد بازاری کی طرف بڑھ رہا ہے، عالمی منڈی میں اپنی ساکھ بچانے کے لیے اور برطانوی پونڈ کی قیمت کو ڈالراور یورو کے مقابل بنائے رکھنے کے لیے بھی برطانیہ کو اپنی پالیسی میں نمایاں تبدیلی کرنی پڑے گی، سست رفتار ترقی، افراط زر، توانائی کی قیمتوں میں اضافہ جیسے اہم امور سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں ہے، وہاں بادشاہت بھی طاقت کا روایتی مرکز رہے ہے، ملکہ کے انتقال کے بعد ابھی ان کے صاحب زادہ نے مسند کو سنبھالا ہی ہے، ایسے میں ان کے رویہ اور سوچ کا بھی اقتدار پر اثر پڑے گا۔

خوش خطی کا فن مردہ ہوتا جا رہا ہے، ابھی اچھے قلم کاروں کی تحریریں پڑھنے میں پسند آ جاتا ہے، کیوں کہ وہ صاف نہیں لکھی ہوتی ہیں اور خط شکستہ سے قریب تر ہوا کرتی ہیں، حالاں کہ خوش خطی کی وجہ سے تحریر پڑھنے کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے، امتحانات میں اچھے نمبر ملتے ہیں، گویا فائدہ ہی فائدہ ہے، انہیں فائدہ کے پیش نظر ہمارے بچپن میں منجھنی لکھوائی جاتی تھی، کانٹرے کا قلم ہوتا تھا، اور چال کی روشنائی سختی صاف کرنے کے لیے ایک خورد روپ سے بھنگیا کا استعمال ہوتا تھا، خوش خطی کے لیے مستقل محنت کرائی جاتی تھی اور یہ سلسلہ پرائمری درجات تک عموماً جاری رہتا تھا، سختی کے بعد زیب والے قلم کا استعمال ہونے لگا، زیب کی قلم کاٹ دی جاتی تھی تو اس سے بھی کانٹرے کے قلم کی طرح حروف خوشخط لکھے جاتے تھے، پھر لیز پین کا دور آیا تو خوش خطی کی طرف توجہ کم ہو گئی، اور اب استعمال کروا رہے ہیں کبیل کے قلم اور کیوبیئر نے اس مرحلہ کو اختتام تک پہنچا دیا، کنوٹ میں رائٹنگ پاور بڑھانے پر خوب محنت ہوتی ہے، لیکن کسی زبان کے الفاظ کے خوش خط لکھنے کی طرف توجہ کم ہوتی ہے، اس لیے ٹیڑھی میز کی لکیروں کا پڑنا آسان نہیں ہوتا، اور اگر وہ ڈاکٹر ہے تو اس کا نسخہ پڑھ لینا بغل والے دوا کے دکاندار کے علاوہ کسی کے لیے پڑھنا ممکن نہیں ہوتا، کیوں کہ ڈاکٹر کو دوا کا کیٹین اسی دکاندار سے ملتا ہے۔ یہی حال ہمارے حکیموں کا رہا ہے، ایسا لکھیں گے کہ دوسرا پڑھ ہی نہ سکے، النامیدہ ہا پڑھ لیا تو گھر میں ماتم بگڑ کر رہا ہے، ایک حکیم صاحب نے نسخہ میں دانہ الاچھی لکھا، نسخہ پڑھنے والے نے ”و ا نہ لا یحی“ پڑھ دیا، یعنی وہ نہیں زندہ رہے گا، بس کیا تھا، رونا پینا جو شروع ہوا۔ الامان والو خطیٹ

اس دور میں بھی حضرت امیر شریعت سابع مفلک اسلام حضرت مولانا محمد ولی

مقی ہو تو... ایسا

مقی ہو تو ابن سیرین جیسا ہو، انہوں نے گھی کے چالیں منکر خریدے، ان کے غلام نے کسی ایک منگے سے چو بانگلا، اب سیرین نے پوچھا کہ کس منگے سے چو بانگلا تھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، اس پر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے تمام منگے اٹھائیں دیئے۔ یہ مقفی ہو تو ابو یزید جیسا ہو، انہوں نے ہمدان میں جب الترمذی (کسبہ کا بیچ) خریدا تو اس سے کچھ بچ گیا، جب بطعام لوٹ کر آئے تو اس میں دو چوہ بنیاں دیکھیں، آپ ہمدان واپس گئے اور دونوں چوہوں کو چھوڑ آئے۔ حکایت کی جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہ اپنے درخت کے سایہ کے نیچے نہیں بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ شخص جس سے فائدہ ہو وہ فائدہ مند ہے۔ (كشف الخفاء)

کہتے ہیں کہ ابو یزید نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے، ساتھی نے کہا: اس کپڑے کو گدگد کر دیوار پر لٹکا دو فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اس طرح تو درخت کی ٹہنی ٹوٹ جائے گی، ساتھی نے پھر کہا: اچھا تو ہم اسے اذخر پر پھیلا دیتے ہیں، فرمایا: یہ بھی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ جانوروں کا چارہ ہے، ہم اسے ان سے چھپا کر نہیں رکھیں گے، اس کے بعد انہوں نے اپنی ٹیٹھ پیٹھ پر ڈال کر سورج کی طرف کردی، یہاں تک کہ ایک طرف سوکھ گئی، پھر قیص کو پلٹ دیا، یہاں تک کہ دوسرا حصہ بھی خشک ہو گیا۔

ابو یزید کا تقویٰ

ایک دن ابو یزید جامع مسجد میں گئے اور اپنی لالچی زمین میں گاڑ دی، یہ لالچی ایک بوڑھے کی لالچی تھی جو کڑی ہوتی تھی، گر پڑی اور اس کو بھی گرا دیا، بوڑھے نے نہج کر اپنی لالچی اٹھائی، ابو یزید نے اس بوڑھے کے گھر جا کر معافی چاہی اور کہا: آپ کے جھگڑے کا بے ہوا کہ میں نے اپنی لالچی اٹھی مگر میں نہیں گاڑی تھی، اس لئے گر پڑی اور آپ کو جھگڑا پڑا۔

ابراہیم بن ادریس کا مقام و مرتبہ

ابراہیم ابن ادریس فرماتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ایک رات صحرہ کے نیچے گذاری، کچھ رات گذرنے کے بعد دوفرشتے اترے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ابراہیم ابن ادریس، پھر کہا: اس نے بصرہ میں کھجوریں خریدیں اور سبزی فروش کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اس کی کھجوروں میں جا پڑی۔ اس نے اسے مالک کو واپس نہیں کیا۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں بصرہ گیا اور اس شخص سے پھر کھجوریں خریدیں اور ایک کھجور اس کی کھجوروں پر گر کر اس میں بیت المقدس لوٹ آیا اور صحرہ میں رات گذاری کھجوریں رات گذارنے کے بعد دوفرشتے آسمان سے اترے، ایک نے دوسرے سے پوچھا: یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ابراہیم ابن ادریس اور کہا: وہی جس کو اللہ نے پہلے ہی مرتبہ عطا کر دیا اور جس کا درجہ بلند کر دیا گیا۔

اقسام تقویٰ

کہا جاتا ہے کہ تقویٰ کی طرح کا ہوتا ہے عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ شرک سے بچیں، خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے افعال کو وسیلہ بنانے سے بچیں۔ اور انبیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ افعال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کا تقویٰ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے (اور ہر چیز سے بچ کر) وہ اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: دنیا میں لوگوں کے سردار بننے ہوتے ہیں، آخرت میں لوگوں کے سردار مقفی ہوں گے، قاسم نے ابوامامہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی شخص نظر کسی عورت کی خوبصورتی پر لگی، پھر فوراً اس نے اپنی نگاہ پھینکی تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو ایسی عبادت بنا دیتا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

سبب نجات

محمد بن عبداللہ غسانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنید، رویم، جریری اور ابن عطاء کھٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ جنید بولے: جس نے بھی نجات پائی، اللہ کے پاس صدق دل سے پناہ لینے سے پائی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وعلی السلافة الذین خلّفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت" (سورہ توبہ) اور خدا نے ان تینوں کی (توبہ قبول کر لی) جو پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ جب زمین باوجود فری کے ان کے لئے تنگ ہو گئی۔ رویم بولے: جس کسی نے نجات پائی صدق دل سے تقویٰ کے ذریعہ پائی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ونسی اللہ الذین اتفقوا بمذھبتهم" (سورہ زمر) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نجات دیں گے جو اپنی کامیابی میں بھی مقفی ہیں۔ جریری بولے: جس کسی نے نجات پائی اللہ سے اپنے عہد کو پورا کرنے سے پائی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون الميثاق" (سورہ رعد) جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو نہیں توڑتے۔ ابن عطاء بولے: جس کسی نے نجات پائی مقفی حیا سے پائی کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الم یعلم بان اللہ یری" (سورہ علق) کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ استاد امام (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جس کسی نے نجات پائی ہے، اللہ کے حکم اور رضا سے پائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان الذین سبقت لہم منا الحسنی" (سورہ الانبیاء) وہ لوگ جن کے لئے ہم پہلے سے کام لکھ چکے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس کسی نے نجات پائی اس لئے پائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پہلے ہی منتخب کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "واجتبیہاھم وھدیناھم الی صراط مستقیم" (سورہ الانعام) ہم نے انہیں چن لیا اور صراط مستقیم پر چلا دیا، یہ سب نجات کے اسباب ہیں اور اللہ کو جن کی جو ادا پند آجائے وہ عند اللہ مقبول ہے۔

انسان کی تلاش

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ چراغ لے کر کسی چیز کی تلاش میں نکلے، لوگوں نے پوچھا آپ کیا تلاش کر رہے ہیں؟ بزرگ نے کہا کہ "جانوروں کی دنیا میں رہتے رہتے انسان کی تلاش میں نکلا ہوں" سوال کرنے والے نے کہا "آپ جس چیز کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ تقریباً نایاب ہے"۔ اخباریں طبقہ بخوبی واقف ہے کہ فی زمانہ وطن

عزیزی نہیں؛ بلکہ پوری دنیا اس جنس گراس مایکوترس رہی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ انسان نے حیوان کا روپ دھار لیا ہے تو بے جا نہ ہوگا، اخلاقاً انارکی بڑھتی ہی جاتی ہے، انسانیت سر باز سوار سوار ہو رہی ہے، سانچ پاتال میں دھنستا چلا جا رہا ہے، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و آبرو محفوظ نہیں، کس بیچوں اور طالہات کا انخواء، آبروریزی اور قتل کے واقعات اس قدر عام ہو گئے ہیں کہ اب ان کی طرف لوگوں کا دھیان بھی نہیں جاتا، لوگ ان سانحات کو دیکھتے ہیں، لیکن مدد کے لئے آگے نہیں آتے، بہت ہمدردی کی تو تو گرائی کر لی اور آگے بڑھ گئے، جب کہ ماضی میں ایسے پاپیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جاتا تھا اور انہیں کفر و کراہت پھینچا جاتا تھا۔

ابھی لوگ گھر میں ہیں بیٹھ کر سراج و شمع عناصر کی خدمت کر لیں تو اس سے نہ تو معاشرے کی اصلاح ہوگی، نہ ظلم و زیادتی میں کمی آئے گی، نہ مظلوموں کی اشک شونی ہوگی، موجودہ دور کا المیہ یہ بھی ہے کہ سیاسی بازی گر خوشامخبر دے دے کر سادہ لوح نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے آکار بنا لیتے ہیں، ان پسندشیر یوں کو نشانہ بناتے ہیں، بیٹوں کو اچاڑتے ہیں، آتش زنی اور لوٹ مار کرتے ہیں، معصوموں، بے گناہوں کو ہلاک کرتے ہیں، کھیتوں کھلیوں اور دیگر معاشی ذرائع اور وسائل کو تباہ کر کے مخلوق کو نقصان پہنچاتے ہیں، حالیہ عالمی وبا کو ۱۹ میں انسانیت جا گئی جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر میدان میں نکل پڑے تھے، لیکن افسوس دشمن طاقتیں پھر سرگرم ہو گئیں اور ظلم و جور، تشدد، بے انصافی اور حق تلفی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، اب اس کو واپس پڑی پر لانے کے لئے نئے سرے سے کوشش کرنی ہوگی۔

شرم و حیاء کی پیکر برکت سے قحط ہوا رخصت...

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ جس انسان کی زندگی پاکدامنی کی زندگی ہوگی اللہ رب العزت اس انسان کی دعاؤں کو بھی رد نہیں فرمایا کرتے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا۔ فرماتے ہیں کہ وہیلی میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ لوگ پریشان، جانور پریشان، چند پرند پریشان۔ نہ بڑھ رہے نہ پانی تھا۔ ہر طرف خشکی ہی خشکی نظر آتی تھی۔ اس پریشان کے عالم میں لوگ علماء کی خدمت میں آئے کہ آپ ہمارے لئے کوئی دعا کیجئے۔ انہوں نے نماز استسقاء کے لئے سب لوگوں کو بلایا۔ چھوٹے بڑے، مرد و عورت سب اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے رورو کر دعائیں مانگتے، دن گذر گیا۔ مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو دیکھا کہ ایک سواری پر کوئی سوار ہے اور ایک نوجوان آدمی اس سواری کی نیل چکر جا رہا ہے۔ وہ قریب سے گذرنا تو رکا۔ اس نے آکر پوچھا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی دعا مانگ رہے ہیں۔ مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہو رہے۔ وہ کہنے لگا، اچھا میں دعا مانگتا ہوں۔ وہ آدمی سواری کی طرف گیا اور وہاں جا کر پتہ نہیں اس نے کیا بات ہی کہ تھوڑی دیر میں آسمان پر بارل آگئے اور سب نے دیکھا کہ چھم چھم بارش برسنے لگی۔ سب حیران تھے۔ چنانچہ جن علماء کو اس لڑکے کی بات کا پتہ تھا وہ اس کے پیچھے گئے کہ ہم پوچھیں کہ اس کی بات میں کیا راز تھا؟ جب اس سے جا کر پوچھا کہ اللہ کی یہ رحمت کیسے آئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس سواری پر میری والدہ سوار ہیں۔ انہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری۔ پاکدامنی والی زندگی گزاری۔ یہ عقیفہ زندگی گزارنے والی عورت ہے۔ جب پیٹھ پتہ چلا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو میں ان کے پاس آیا اور ان کی چادر کا کونڈ پکڑا دعا مانگی کہ اے اللہ، میں اس ماں کا بیٹا ہوں جس نے پاکدامنی کی زندگی گزاری۔ اللہ! اگر آپ کو عمل قبول ہے تو آپ رحمت کی بارش عطا فرمادیجئے، ابھی دعا مانگی تھی کہ پروردگار نے رحمت کی بارش عطا فرمادی، سبحان اللہ!

دولت کے نشر میں اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولیں

سلطان محمود غزنوی ایک بڑا نیک دل مسلمان بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا۔ وہ ایک دیہاتی آدمی تھا، لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا۔ بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آگئی اس لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرمایا۔ اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی ہمت افزائی کیوں ہوتی ہے؟ اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تاکہ یہ یہاں سے دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں، مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن کر ان کا ہتھکڑ بٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں۔ پڑھے لکھے ہیں۔ خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں، لیکن آپ کی محبت کی جو نیاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کو بھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک چھل مگلیا جو بہت ہی کڑوا تھا۔ اس نے اس کا تھین بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کرادی۔ ایک قاش ایاز کو بھی دی۔ اب جس نے بھی وہ چھل کھا یا اسے بہت ہی کڑوا لگا۔ ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ چھل تو بہت ہی کڑوا ہے۔ لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ دم سے پھل کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، ایاز! آپ کو چھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ عرض کیا، بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ بادشاہ نے کہا، آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا، مجھے خیال آیا کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں تنگدوڑ مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی تو میں اس کو کیسے واپس کروں؟ لہذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گزاری بجالائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا رد چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انہیں باتیں۔ اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

ہماری بے وزنی کے اسباب

مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی

ایسا چھٹن جاتا ہے کہ مبداء و معاد کی اس کو کچھ خبر نہیں رہتی اور ظاہر و باطن دونوں دنیا ہی کے ہو جتے ہیں، قلب محبت دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے اور بدن اس کی اصلاح و تدبیر میں مصروف۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیش گوئی صرف پیش گوئی نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے لیے پیغام عبرت ہے، درس نصیحت ہے، راہ نجات و ہدایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ سبب جس سے دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور ہر وہ بات جس کے نتیجے میں موت ناخوشگوار معلوم ہوتی ہے، اسے اپنی زندگی سے خارج کریں، اگر ایسا کر لیا گیا، تو دشمنوں کو حوصلہ نہ ہوگا کہ وہ آپس میں مسلمانوں کے خلاف اس طرح دعوت دیں، جیسے وہ کوئی تر نوالہ ہوں؛ بلکہ ان کی ہیبت دلوں میں اس طرح بیٹھ جائے گی، کہ انھیں اٹھنے کا حوصلہ نہ ہوگا۔

دنیا کی محبت میں گرفتار شخص پر ناگواری اظہار کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو، دنیا و درہم اور چادر کا بندہ، اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو۔ ایسا شخص ذلیل اور سرنگوں ہو جب اس کے کاٹنا چھینے نہ نکالا جاوے۔ مبارک ہو وہ بندہ جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور قدم غبارِ آلود ہیں اگر لشکر کی حفاظت پر مقرر کیا جاوے تو لشکر کی حفاظت کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہتا ہے، اگر لوگوں کی محفل میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، یعنی گم نام، بے نام و نشان ہونے کے سبب مخلوق ایسے بندے کو بے قدر سمجھتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

اسی حب دنیا کا اندیشہ کرتے ہوئے ایک ایک مقام پر فہم کھا کر فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے جس طرح تم سے پہلے والوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم دنیا کی محبت و رغبت میں گرفتار ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے گرفتار ہوئے تھے اور یہ دنیا پھر تم کو ہلاک کر دے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ (مشکوٰۃ)

حب دنیا میں حب جاہ بھی داخل ہے؛ بلکہ ہوس زر کے مقابلے میں زیادہ خطرناک و مضر ہے اور اس سے دامن کا بچنا ناظرًا مشکل ہے۔ حب جاہ کے معنی ہے کہ انسان لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرنا چاہے اور اس کی خواہش کرے کہ ان کے دل میرے مطیع بن جائیں، میری تعریف کیا کریں۔ میری حاجت کے پورا کرنے میں لگیں اور جان تک دینے سے دریغ نہ کریں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قرآن کا علم حاصل کریں گے، اور دین میں گہرائی تک پہنچیں گے ان کے پاس شیطان آئے گا اور کہے گا کہ تم اگر حکام کے پاس جا کر ان کی دنیا میں سے کچھ حصہ حاصل کرلو، اور اپنے دین کو بچالو، تو کیا حرج ہے؟ آپ فرماتے ہیں سن لو! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جیسے ناگ چھنی سے بچ کر کانٹے کے اور کچھ نہیں مل سکتا، ایسے ہی حکام کے قرب سے بچ کر کانٹے کے اور کچھ نہیں پاسکتے۔ (طبرانی)

الغرض دنیا و آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، لہذا آخرت کا تذکرہ اور موت کی یاد انسان کے لئے نہایت لازم و ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کا تفصیل کے ساتھ بار بار ذکر کیا گیا، تاکہ آخرت سے کوئی آدمی غافل نہ ہو، اور دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ملک کے موجودہ حالات میں زوال کے اسباب سمجھنے، اجتماعی و انفرادی طور پر مستقل لائحہ عمل بنا کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص اپنی زندگی، اپنے گھر اور اپنے خاندان سے انقلاب کا آغاز کرنے کی فکر نصیب فرمائے۔ آمین

کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ سب کیا ہوا؟ انھوں نے ایک جملے میں جواب دیا، وہ جملہ صفحات تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا، انھوں نے کہا: ”شامت اعمال ماحسور ت نادر گرفت“، یعنی ہماری بد عملی نے پروردگار عالم کو ناراض کیا، اور وہی بد اعمالیاں نادر شاہ کی صورت میں ہم پر قہر و عذاب کا کوڑا بن کر برس گئیں۔ موجودہ حالات میں کیا بعید ہے کہ حکومت کے ناروا جبر و تشدد کا ایک بنیادی سبب ہمارے ہی اپنے اعمال ہوں، حقوق و فرائض میں ہماری کوتاہی ہو، منہیات و محرکات کا بے جھجک ارتکاب ہو۔

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں، تو ان کے بادشاہوں کے قلوب کو رحمت و مہربانی کے جذبے کے ساتھ ان پر متوجہ کرتا ہوں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو غصہ اور انتقام کے جذبے کے ساتھ ان کے اوپر بدل دیتا ہوں تو وہ انھیں سخت عذاب کا مزا چکھاتے ہیں، تو اے لوگو! اپنے آپ کو بادشاہوں کے برا بھلا کہنے اور ان پر بدعا کرنے میں مشغول مت کرو، بلکہ ذکر اور دعا کے اندر اور گریہ و زاری میں خود کو مشغول کرو، تاکہ تمہارے بادشاہوں کے مقابلے میں میں تمہاری حمایت و کفایت کروں۔ (مشکوٰۃ شریف) حدیث بالا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مولانا اعجاز احمد عظیمی نور اللہ رحمہ اللہ قدسہ ارقام فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ظلم و جبر کے مقابلے میں ظاہری تدابیر سے جو جدوجہد میں ہوں منع نہیں کرتا۔ دنیا میں اسباب کا سلسلہ مقاصد و نتائج کے ساتھ جڑا ہوا ہے، لیکن یہ اسباب دوہرے ہیں، انسان کو خارجی اسباب کے مقابلے میں داخلی اسباب پر توجہ زیادہ کرنی چاہئے، ہم حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف دم دم دکھائیں، مظاہرہ کریں تجویزیں پاس کریں، اپنی بچہ گیری اور اتحاد کا منظر پیش کریں، سب بچا؛ لیکن اس سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ زیادہ اہتمام اس بات کا کریں کہ جس کمزوری کو پاکر حکومت ہمارے دین و ملت پر حملہ آور ہے، اس کمزوری کو ہم دفع کریں، شریعت کو اور احکام اسلام کو پہلے ہم اپنی ذات پر، اپنے خاندان پر، اپنے معاشرہ پر نافذ کریں، چاہے وہ ہمارے نفس، ہمارے اغراض اور ہمارے ظاہری مفاد کے کتنا ہی خلاف ہو۔ (حدیث درود)

حقیقی مرض کی تشخیص

امام ابو داؤد سجستانی نے اپنی سنن میں حضرت ثوبان کی ایک حدیث نقل کی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی، جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں“، تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں؛ بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں ”وہن“، ڈال دے گا“، تو ایک کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے“۔

غور کیجیے! آج اسی دنیا کی محبت اور موت سے نفرت نے امت کو کہیں کا نہ چھوڑا، کیا فقیر، کیا امیر، کیا مرد، کیا عورت، کیا عالم کیا جاہل، کیا خواص اور کیا عوام! ہر ایک فانی دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے، مال و مال، اسباب و جائیداد اور عزت و برتری ہی مقصود زندگی بن چکا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جب انسان پر حیات و نبوی کی درستی و آرائش کا شوق سوار ہوتا ہے تو صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت کے ناپائیدار مشغلوں میں

اس وقت اسلام کے قلب و جگر پر جس تیزی اور منصوبہ بندی سے حملے ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کے مستقبل پر جو کاری ضربیں لگائی جا رہی ہیں، اس کی مثال تاریخ شاید پیش کرنے سے قاصر ہو۔ وطن عزیز کی تازہ ترین صورت حال یہ طور خاص برسر اقتدار جماعت کے ظلم و جور مسلمانوں کے تئیں اس کی طوطا چٹنی و بے مردی اور احتجاج کے ذریعہ اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف منصوبہ بند سازشیں ہو رہی ہیں جن سے ہر صاحبِ ادراک نہ صرف واقف ہے؛ بل کہ آزرده اور کبیدہ خاطر بھی ہے۔

قوموں کا عروج و زوال اگرچہ قانونِ فطرت کے مطابق ہوتا ہے، تاہم ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں اسباب و عوامل کو مطلق دخل نہ ہو؛ بل کہ کسی بھی قوم کی ترقی و تہذیب میں مختلف اسباب و علل فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، حالات کے مد و جزا رکھ دیکھتے ہوئے انہیں معلوم کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بالخصوص ایک مسلمان کے لیے تو بالکل دشوار نہیں کہ وہ فراساتِ ایمانی لکھتا ہے اور اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مزید برآں اس کے سامنے کتاب و سنت کے کھلے اوراق میں جو ہر موقع پر کامل رہبری اور ہجر پور رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اس بات سے کسی بھی ہوش مند کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ حالات کا رخ موڑنے اور تازہ انقلاب برپا کرنے کے لیے ان پر صرف سیاسی نقطہ سے غور کر لینا اور مکمل اسباب اختیار کر لینا کافی نہیں ہے؛ بل کہ اہل ایمان ہونے کی حیثیت سے انفرادی و اجتماعی سطح پر دینی صورت حال کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ ہمارے اعمال کیسے ہیں؟ ہم میں دین داری کتنی ہے اور شریعت بیزاری کتنی؟ طاعت و معصیت کے جذبات میں کون غالب ہیں؟ وغیرہ۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فتنوں سے خبردار و آگاہ کرنے کے لیے بہت ہی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں، جن میں امت کے زوال و انحطاط کے اسباب کا ذکر بھی موجود ہے اور اس کا یقینی حل بھی۔

شامتِ اعمال ما

ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کا چودھواں بادشاہ، اورنگ زیب عالمگیر کا پر لپٹا، روشن اختر المعروف محمد شاہ رنجیت مزار کا تھا، جس نے اپنی مدتِ حکومت کا زیادہ تر وقت نفس پرستی میں گزارا۔ قص و سرود کی مجلسیں جماتا اور فنونِ لطیفہ سے تعلق رکھنے والے فن کاروں کی صحبت میں دن و رات کا اکثر حصہ بسر کرتا۔ قانون بنانے اور توڑنے کے حوالے سے بھی عجیب و غریب خیل میں مبتلا تھا، اچانک کسی بھی شخص کو ہندوستان کا اعلیٰ ترین عہدہ سونپ دیتا اور جب چاہتا تو بڑے اعظم کو کھڑے کھڑے جیل بھجوا دیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے حکم دیتا کہ کل تمام درباری زنانہ کپڑے پہن کر آئیں اور فلاں فلاں وزیر یاؤں میں گھنگر و بانڈھیں! اس کا براہِ حکم کے بعد وزراء اور درباریوں کے پاس انکار کی گنجائش نہ ہوتی، وہ دربار میں آتا اور اعلان کر دیتا کہ جیل میں بند تمام مجرموں کو آزاد کر دیا جائے اور اتنی ہی تعداد کے برابر بے قصور لوگ جیل میں ڈال دیے جائیں، بادشاہ کے حکم پر سبھی شہروں میں نکلے اور انہیں راستے میں جو بھی شخص ملتا ہے پکڑ کر جیل میں پھینک دیتے۔ وہ وزارتیں تقسیم کرنے اور خلعتیں پیش کرنے کا بھی شوقین تھا، ہر روز پانچ نئے لوگوں کو وزیر بناتا اور سو پچاس لوگوں کو شاہی خلعت پیش کرتا مگر اگلے ہی دن یہ وزارتیں اور خلعتیں واپس لے لی جاتیں۔ وہ ایسے متلون مزاج حکمران کے عہد میں ایران کے ایک سخت گیر فرماں روا نادر شاہ نے ہندوستان کے دار الحکومت دہلی پر زبردست حملہ کیا اور وہ اتنا لوٹ مار کی کنگیاں خون سے بھر گئیں، ہر کوہ پیچے انسانی لاشیں بکھر گئیں کسی کے لیے کوئی امان نہ تھی، ہر گردن پر خونخوار تلوار چٹکی ہوئی تھی، سب حیران و شش در شش تھے کہ یہ کیا ہوا؟ جب نادر شاہ نے قتل عام بند کیا، اور رہے سبے لوگوں کے حواس درست ہوئے شروع ہوئے، تو

ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی ادارے - ماضی اور حال کے آئینہ میں

مولانا اعجاز ارشد قاسمی

عظمت کے ساتھ مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں بھی سرد پڑنے لگی تھیں اس زمانے میں دہلی کے تحت پر بادشاہ محمد شاہ (۱۱۳۱ھ-۱۱۶۱ھ) متمکن تھا، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مدرسہ جس کے علمی فیضان سے آج برصغیر کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے اسی بادشاہ کی علمی فیاضی کا مرہون احساس ہے یہ مدرسہ پہلے مہدیان میں واقع تھا بعد میں محمد شاہ نے جگہ پر پڑنے کی وجہ سے کوچہ چیلان میں منتقل کر دیا تھا جو بعد کے بنگامہ میں برپا ہو گیا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں نا کامی اور مسلم عہد حکومت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کے علمی و تہذیبی تشخص کا تحفظ مشکل ہو گیا اور درہریت و نیچریت کے ٹھانٹیں مارنے سے طوفانوں کی زد میں مسلمان پوری طرح آگئے، ایسی صورت میں مسلمانوں کے ایمان و یقین کی حفاظت اور ان کی مرکزیت کو بحال کرنے کی ضرورت پیش آئی جو کسی مستحکم تحریک کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ چنانچہ ایک ہی استاذ مولانا مملوک علی کے دو شاگردوں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور جناب سرسید احمد خاں کے ذریعہ دو تعلیمی نظریے وجود میں آیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تحریک دیوبند کی بنیاد ڈالی جو اپنے یوم تاسیس ہی سے آج تک مسلمانوں کے اندر اسلامی تہذیب و تمدن اور کلچر و ثقافت کو بحال کرنے اور علوم شرعیہ سے آگاہ کر کے جوہر اسلام کو اجاگر کرنے میں انقلابی رول ادا کر رہی ہے اور بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کے اندر سے معاشی بحران کے خاتمہ اور باطل قوتوں کو اس کی زبان میں دندان شکن جواب دینے کے لئے ایک عصری ادارہ کی داغ بیل ڈالی جو بعد میں چل کر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا اور آج بھی وہاں مسلم فرزندان پچیس ہزار سے زیادہ کی تعداد میں عصری علوم حاصل کر رہے ہیں۔

درحقیقت مسلمانوں میں تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کا تشخص مذہبی مذاق کی بناء پر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں مسلمانوں کے علمی اور ثقافتی کارناموں کو نمایاں مقام حاصل ہے، مگر افسوس کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تاریخوں تو بہت کچھ لکھی گئی ہیں، لیکن علمی تاریخ برائے نام ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی کارناموں کا بہت کم پتہ چلتا ہے، دارالمصنفین نے اس پہلو پر کچھ کام کیا ہے، مگر اس کو وسیع تر انداز میں کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ ابھی اس سلسلے میں گراں قدر معلومات کا سرمایہ فرماں رواؤں کے خاندانوں میں موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی صاحب قلم اٹھے اور پوری محنت و جانفشانی کے ساتھ ہندوستان کے عہد وسطی کی قابل قدر علمی سرگرمیوں کی تاریخ از سر نو مرتب کرے اور عظیم کام حکومت کے تعاون کے بغیر ناممکن ہے اس لئے حکومت پر پرفیضہ عائد ہے کہ وہ مسلم عہد حکومت کی گراں قدر علمی سرگرمیوں کی تاریخ کو از سر نو مرتب کرنے کے لئے کئی ٹھوس اقدام کرے۔

ہیں۔ شاہجہاں کے عہد میں دہلی، لاہور، سیالکوٹ، احمد آباد اور جوینور علم و فن کے لحاظ سے ایسے مقامات تھے جہاں ہندوستان کے علاوہ ہرات اور بدشاں تک سے طالبان علم کھینچ کر چلے آتے تھے۔ سیال کوٹ میں ملاکمال کشمیری نے مسند درس آراستہ کر رکھا تھا۔ مشہور معقولات کے فاضل ملا عبدالحکیم سیالکوٹی یہیں کے فیض یافتہ تھے۔ مسجد فتح پوری کا موجودہ مدرسہ شاہجہاں کے عہد کی یادگار ہے۔ شاہجہاں نے جامع مسجد کے قریب جنوبی سمت میں ایک عظیم الشان مدرسہ دارالہقا کے نام سے تعمیر کرایا تھا جو ۱۸۵۷ء کی بنگامہ خیزی میں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

مغلوں کے عہد میں اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۲۸ھ-۱۱۱۸ھ) کے عہد حکومت کی قیمتی ترقیوں تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہیں اورنگ زیب نے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ قصبہ و دیہات میں بھی مدارس قائم کئے، علماء، مدرسین کو جاگیریں دیں۔ طلباء کے لئے وظائف مقرر کئے، سلطان کی ان کوششوں کے نتیجے میں ہر صوبہ اور ہر شہر یہاں تک کہ قصبہ و دیہات تک میں علم کی شمعیں روشن ہو گئیں۔ لکھنؤ میں فرنگی محل کا دارالعلوم مدرسہ نظامیہ اسی عہد کی یاد دلاتا ہے۔ اورنگ زیب نے ملا نظام الدین (متوفی ۱۱۶۱ھ) کو ایک عظیم الشان مکان عنایت کیا جو فرنگی محل کے نام سے مشہور تھا، یہی وہ مدرسہ ہے، جہاں کا ترتیب دیا ہوا نصاب تعلیم تقریباً تین صدیوں سے ہندوستان کے مدارس میں جاری ہے، اگرچہ اس نصاب میں بہت کچھ تبدیلیاں ہو چکی ہیں مگر اب بھی یہ نصاب درس نظامی ہی کے نام سے موسوم ہے۔ فرنگی محلی کے اس دارالعلوم سے بڑے بڑے نامور علماء نکلے جنہوں نے ہندوستان میں علوم و فنون کی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ ملا نظام الدین کے بعد مولانا عبدالحق، مولانا عبدالحکیم، ملا حسن اور مولانا عبدالحق وغیرہ نے اپنی تصانیف اور خصوصاً درسی کتابوں کی شروح و حواشی کے ذریعہ پیش بہا علمی خدمات انجام دی ہیں۔

دہلی میں اجیمیری گیٹ کے قریب غازی الدین خاں فیروز جنگ اول (متوفی ۱۱۲۲ھ) نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو دہلی یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہو گیا جہاں سے بے شمار مجاہدین آزادی اور تحریک وطن تیار ہوئے۔ تحریک دیوبند کے بانیان حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا محمد ذوالفقار علی دہلوی اور حضرت مولانا فضل الرحمن دیوبندی اسی مدرسہ کے دامن فیض سے وابستہ رہے ہیں۔ آج بھی اس مدرسہ کی عالیشان عمارت مسلم امراء کے علمی ذوق اور بلند ہمتی کی طرف اشارہ کر رہی ہے، مغلیہ حکمرانوں میں سے بعض کے اندر عیش پسندی ضرور آگئی تھی لیکن علمی مذاق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ تیش اور سے نوشی کی فطرت بن جانے کے باوجود علوم و فنون کی پیش بہا خدمتیں انجام دی ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں بارہویں صدی ہجری کا دور نہایت پر آشوب کہلاتا ہے جس میں مسلم حکمرانوں کی

کے ذہن و دماغ کا رخ بدل دیتے تھے، مشہور انگریز مصنف پروفیسر ڈبلیو آر علڈ کے مطابق: ”ہندوستان کے مسلمانوں میں نومسلموں اور ان کی اولاد کی تعداد زیادہ ہے جن کے تبدیل مذہب میں جبر و تشدد کا ذرا بھی شائبہ نہیں ہے، اس تبلیغ میں صوفی کی ترغیب و تعلیم کا اثر ہی کارفرما رہا ہے۔ (پرنسپل آف اسلام، ص: ۲۵۴)

قطب الدین ایک کے عہد (۶۰۲ھ-۶۰۶ھ) سے وسط ہندوستان میں مسلمانوں کی مستقل حکومت کا آغاز ہوتا ہے، ملتان میں ناصر الدین قباچہ نے جو وہاں کا حکمران تھا، ایک مدرسہ تعمیر کرایا اور اس مدرسہ کا انصرام و انتظام مشہور عالم و مصنف قاضی منہاج سراج (متوفی ۶۵۸ھ) کے سپرد کر دیا۔ قباچہ نے مولانا قطب الدین کا شانی کے مارواہ انہر سے ملتان آنے کے موقع پر ایک اور مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں مولانا کا شانی دہلوی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ اسی زمانے میں فاتح بنگال محمد تغلق خلجی نے بھی بنگال میں ندیا کے بجائے ایک شہر رنگ پور کے نام سے آباد کیا اور اس کو دارالحکومت قرار دیا اور وہاں مسجدیں تعمیر کیں اور سب اسلامی تعلیمات سے پر رونق ہو گئے۔ اس طرح سے آٹھویں صدی ہجری تک ہندوستان میں اسلامی مدارس کے قیام کا رواج بالکل عام ہو گیا، چنانچہ علامہ مقرر بیڑی کی روایت کے مطابق سلطان محمد تغلق (۷۲۵ھ-۷۹۰ھ) نے بے شمار عالیشان مدارس تعمیر کرائے، پرانے مدرسوں کی تجدید کی، علماء و طلباء کے لئے خزانہ شاهی سے وظائف جاری کئے اور بڑی بڑی جامعاتیں مدارس کے لئے وقف کیں۔ انہوں نے غلاموں اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی اور ایک روایت کے مطابق ان کے دور حکومت میں تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار غلاموں نے علوم و فنون اور صنائع کی تعلیم حاصل کی۔ جون پور کے حکمران سلاطین شریقہ نے صد ہا مدرسے تعمیر کرائے اور علماء و فضلاء کو دور دراز ملکوں سے بلا کر ان کو گرانقدر جاگیریں دیں، جو پور کی علمی، تعلیمی برتری لودی سلاطین کے آخری دور تک قائم رہی، جو پور میں اٹالہ مسجد کے ساتھ جو مدرسہ قائم تھا اس کی عمارت اب تک موجود ہے، مسجد کے اطراف میں کمروں کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے، ہندوستان کے مشہور اور بیدار مغز بادشاہ شیر شاہ سوری (۸۷۷ھ-۹۵۲ھ) نے اس مسجد کے دارالعلوم میں زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔

سلطان سکندر لودھی (۸۹۳ھ-۹۲۳ھ) نے اپنے عہد حکومت میں بے شمار سرائیں، مدرسے اور مسجدیں بنوائیں؟ انہوں نے فارسی کی تعلیم اپنے اسی عہد حکومت میں شروع کی۔ ہمایوں اور ان کے بعد اکبر (۹۶۳ھ-۱۰۱۴ھ) کے عہد میں بھی مدارس کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا، دہلی میں اکبر کی رضاعی ماں ماتم بیگم نے ۹۲۹ھ میں ایک مدرسہ بنایا جس کا تاریخی نام خیر المنازل تھا، اس مدرسہ کی ششہ عمارت کے کھنڈرات اب تک دہلی میں پرانے قلعہ کے نزد یک مغربی دروازے کے بالمقابل موجود

ہوں تو اسلامی مدارس کا آغاز دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو گیا تھا، مسجد نبوی سے ملحق وہ مشہور چوترہ جو تاریخ اسلامی میں ”صفہ“ کے نام سے موسوم ہے، سب سے پہلا اسلامی مدرسہ تھا، تقریباً چوتھی صدی ہجری تک تعلیم و تدریس کا کام اسی طرح مساجد سے ہی لیا جاتا رہا، مدارس و مکاتب کے قیام کا ذوق اور رواج مساجد کے پہلو میں اتنا عام ہو گیا تھا کہ آج تقریباً بیشتر اسلاک ممالک کی مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے، موجودہ شکل میں باضابطہ مدارس کا آغاز اسلام کی تاریخ میں پانچویں صدی ہجری سے ہوتا ہے، بعض روایات کے مطابق بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو دنیائے اسلام کا پہلا مدرسہ ہونے کا شرف حاصل ہے جسے نظام الملک طوسی (متوفی ۴۸۵ھ) نے قائم کیا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، جمہور مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ اس اولیت کا شرف افغانستان کے نامور حکمران سلطان محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ) کے لئے مقدر تھا، ابن کثیرؒ روایت کے مطابق مصر کے حاکم الحاکم بامر اللہ کے عہد حکومت میں اگرچہ اس قسم کے مدرسہ کا سراغ ملتا ہے جس میں حکومت کی جانب سے محدثین اور فقہائے کرام تدریسی خدمات کے لئے مقرر کئے گئے تھے مگر دو تین سال بعد خود اس نے اس مدرسہ کو منہدم کر دیا تھا۔ (الہادیہ: ۳۳۱/۱)

حقیقت یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے قیام میں اولت کا سہرا سلطان محمود غزنوی ہی کے سر جاتا ہے، انہوں نے اپنے نائب تخت غزنی میں ایک مسجد کی تعمیر کی جو اپنی نفاست اور خوبصورتی کے لحاظ سے ”عروس فلک“ کے نام سے مشہور تھی، تاریخ فرشتہ کے مصنف کے مطابق سلطان نے مسجد کے ساتھ مدرسہ کی عمارت بھی تعمیر کرائی تھی اور اسی کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تعمیر ہوا تھا جو نادرا لوجود کتابوں سے معمور تھا، مسجد اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے سلطان نے بہت سے امرا اور ارکان دولت میں بھی مدارس قائم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں غزنی کے اطراف و جوانب میں بے شمار مدارس قائم ہو گئے۔ (تاریخ فرشتہ: ۳۰۱/۱)

ہندوستان میں پہلی صدی ہجری ہی میں اسلام کی شعاعیں پھوٹ پڑی تھیں اور اسلام کے حساب کرم کے جھینٹے یہاں کے ساحلی علاقوں میں پڑنے شروع ہو گئے تھے، شمال مغرب میں واقع سندھ اور پنجاب تک مسلمان فاتحانہ انداز سے داخل ہو چکے تھے، جنوبی علاقے مالا بارو وغیرہ کے بازاروں میں مسلم تاجر پوری طرح چھانکے تھے اور اپنی الگ آبادیاں بھی قائم کر لی تھیں، ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کے فروغ کی جدوجہد بھی شروع ہو گئی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلم کشاکشاؤں کے فاتحانہ داخلے سے بہت پہلے ہی اسلام کا پیغام اور اس کی فتوحات کا دور شروع ہو گیا تھا، یہ عرب تاجر اکثر اہل علم و تصوف ہوتے، بازاروں میں کاروبار کرتے، عوام سے ملنے اور اپنی ایک اور سادہ زندگی کا عملی نمونہ پیش کر کے لوگوں کی زندگی اور ان

تخلیہ و روزگار

محمد عادل فریدی

انجیل

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ملی سرگرمیاں

حجاب پر فیصلے کے پیمانے الگ الگ کیوں؟

سید سرفراز احمد

نئے تبصرہ کرتے ہوئے مدلل طریقے سے ان نکات پر بھی غور و خوض کیا جس پر جنس گپتا نے نہیں کیا جنس دھولیا نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ ایک طالبہ کو جو حقوق سماج میں حاصل ہے یعنی کہ وہ اپنی چادر یا واری میں اور اس کے باہر حجاب پہننے کا حق رکھتی ہے تو یہ حق اسکول کے کلاس روم پر کیسے ختم ہو سکتا ہے اگر وہ اپنے تحفظ کیلئے بنیادی حق کا استعمال کرتے ہوئے حجاب پہنتی ہے تو یہ حق اسکو ہر جگہ بشمول کلاس روم میں بھی ملنا چاہیے انھوں نے حکومت کے حکم نامہ کو خارج کر دیا اور ہائی کورٹ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دیا۔

اب اس متنازعہ فیصلہ کے بعد سرکاری یا نجی کئی آئینی بیج جو فیصلہ کرے گی وہ قابل قبول سمجھا جائے گا، لیکن اس فیصلہ میں کبھی دور کی بیج کے فیصلہ کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے اگر آئینی بیج دور کی بیج کے فیصلوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے فیصلہ سنانا ہے تو فیصلہ طالبات کے حق میں آسکتا ہے یہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ جنس دھولیا نے اس فیصلہ میں جو دلائل پیش کیے ہیں وہ اتنے نحوس اور قابل قبول بھی ہیں انھوں نے آئینی حقوق قانون کو کیسا ساتھ ساتھ طالبات کو درپیش چیلنجز جنسی سماجی ثقافتی، تہذیبی پھلچر اور انسانی پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ سنانا یہی نہیں بلکہ آگے بڑھ کر کہا کہ آئین اور سماج کے درمیان جو قانونی رشتہ ہے اس میں ایک اہم رشتہ اعتماد بھی ہے یہ وہ اعتماد ہے جو ملک کی اقلیتیں اکثریت پر تکبر کی ہوئی ہیں جنس دھولیا کے اس نکتہ سے یہ عیاں ہو رہا ہے کہ وہ حجاب کے معاملہ میں عدل کے ذریعہ اتحاد کی فضا کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جسکی گواہی ہندوستانی آئین بھی دیتا ہے یہی نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر بھی انھوں نے کہا کہ کرنا تک حکومت کا حجاب پر امتناع کا حکم نامہ بھی انسانی اقدار کی عین منافی ہے مجموعی طور پر دھولیا نے حجاب معاملہ کو ہر سمت پر غور و خوض کرتے ہوئے فیصلہ سنانا جبکہ گپتا نے جو تبصرہ کیا ہے جسکا پھل کرنا تک ہائی کورٹ کے فیصلہ کی مکمل بیروی کر رہا ہے جسکے تبصرے میں کوئی خاصی دلیل نہیں ملتی بلکہ سب کچھ وہ یہ ہے جو کچھ ہائی کورٹ کے فیصلہ میں دیکھنے کو ملا مجموعی طور پر جنس گپتا کا فیصلہ دستور اور قانونی نوعیت سے کمزور نظر آ رہا ہے جسکی دلیل جو صرف ایک ڈریس کوڈ پر محیط ہے، لیکن طالبات کے دستوری و تعلیمی بنیادی حقوق سے کوئی دلیل پیش نہ اور نحوس نہیں ہے اسی مناسبت سے جنس دھولیا کا فیصلہ آئینی بیج کو غور و خوض کرنے پر ضرور آمادہ کرے گا۔

اوپر ہم نے جس سوال کا جواب ادھورا چھوڑا تھا کہ حجاب پر فیصلے کے دو الگ الگ پیمانے کیوں؟ جسکو ہم نے جنس حضرات کے لگ بھگ تقریباً تینوں کو ضرور دکھالایا ہے اور فیصلہ پر تبصروں کی مکمل تصویر بھی آچکی ہے اب جس سوال کا جواب دینا تھا اس سوال کا جواب بھی سوا لیا ہے جس سے آجکے جھگڑے میں آجکے سوال پر ہم کورٹ کے تقریباً جنس نے اپنی سکدوش سے قبل ہی اس طرح کے فیصلے کیوں دے کر چارے ہیں؟ جس طرح سے جنس کو کوئی نے باری مسجد کا فیصلہ رامندر کے حق میں سنا کہ سکدوش ہو کر انعام کے طور پر راجہ سیدہ میں داخل ہوئے اور باری مسجد تازہ کا فیصلہ سنانے کے بعد کی داستان خود انھوں نے اپنی کتاب جنس فار رنج میں لکھتے ہوئے جو حیرت ناک انکشافات کیے ہیں وہ بہت تشویشناک ہیں جبکہ ابھی جنس گپتا بھی حجاب مخالف فیصلہ سنا کہ سکدوش ہو چکے ہیں، بہر حال یہ سب سمجھانے کی نہیں، بلکہ سمجھنے کی ضرورت ہے اب دیکھنا ہے جبکہ عدالت عظمیٰ کی آئینی بیج کیا حجاب کو طالبات کا آئینی بنیادی حق اور اسلام کا لازمی جز مان کر عدل کرے گی یا پھر کرنا تک ہائی کورٹ کے فیصلہ پر برقرار رہے گی یہ تو آنے والا وقت طے کرے گا۔

مذہبی آزادی اس ملک کا دستوری حق ہے جس سے کوئی بھی مذہب مستثنیٰ نہیں ہے اور نہ اس آزادی سے کسی بھی مذہب کو دوسرے مذہب کے خلاف نہ کوئی حکومت کو کسی مذہب کے خلاف پیر رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مضبوط جمہوریت کی خوبصورت عکاسی کی بہترین علامت ہے اور نہ اگر معاملہ اسکے برعکس ہو تو اس ملک کی جمہوریت اور حکومتیں مشکوک بن جاتی ہیں، حکومت چاہے ریاستی ہو یا مرکزی انکا کام اپنی رعایا کو خوشحال رکھنا ہر ایک طبقہ کے ساتھ اتحاد کی چیلنجی کو برقرار رکھنا ملک اور ریاست میں امن و بھائی چارگی قائم رکھنا، خوشحال کا مطلب دستور اور جمہوریت کو مد نظر رکھتے ہوئے مذہبی حقوق کو پامال ہونے سے بچایا جائے ہیں المذہب توازن برقرار رکھا جائے ریاست کو ایک فلاحی اور ترقی یافتہ بنایا جائے نظم و نسق کے اصولوں پر بنیاد کوئی تفریق کے پابندی کے ساتھ ترقی سے مل گیا جائے لیکن موجودہ معاملہ بالکل مختلف ہے کیونکہ ہندو تو اس کے پیر و کار حکمران ملک کی دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی شریعت اور اسلامی اصولوں کو کچھیں کر اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں جو مختلف حربے جیسے شریعت ترقیاتی قانون، طلاق، حجاب، مساجد، مدارس اسلام، اذان، نماز وغیرہ کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہراساں کر رہے ہیں جنکا واحد مقصد اس ارض وطن پر لسنے والے ہمہ مذہب کے خوبصورت گلہ مست پر غالب ہو کر ہندو کو نافذ کرنا ہے۔

ماہ فروری میں جنوی ہند کی ریاست کرنا تک کی بھاجپا حکومت کی جانب سے حجاب پر پابندی کے بعد جو ہنگامہ برپا ہوا اسکا نظارہ دینا نے دیکھنا حکومت کی بہت دھرمی کے سبب طالبات کو مجبوراً عدالت کا دروازہ کھٹکنا پڑا اس امید سے کہ عدالت عدل کے پیمانے کو چاچ کر فیصلہ دے گی لیکن طالبات کو 15 مارچ کرنا تک ہائی کورٹ سے ناامیدی ہی ہاتھ آئی، واضح ہو کہ کرنا تک ہائی کورٹ نے حجاب کو مذہب اسلام کا لازمی حصہ نہ بتا کر حجاب پر پابندی کا عائد کر دی لیکن طالبات نے شکست کو تسلیم نہ کیا اور نہ انکے قدم متزلزل ہوئے بلکہ ہمت و جرات کو اپنا اوڑھنا چھوٹا بناتے ہوئے اپنے دستوری حق کیلئے عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکنا جسکی سماعت دور کی بیج نے جہاں ایک طویل جرح ہوئی قرآن کے حوالے جات پیش کیے جنکے حکومت نے اپنا موقف رکھا اور عدالت عظمیٰ نے فیصلہ محفوظ رکھا تھا جسکے بعد انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی 13/ اکتوبر کو فیصلہ آجکے جو درجنوں جس کے درمیان منقسم ہو گیا۔

جنس ہمت گپتا اور جنس سدھانٹو دھولیا اس دور کی بیج کے منصف تھے جبکہ گپتا اس فیصلہ کے بعد اپنے عہدے سے سکدوش ہونے والے تھے (جو ہو چکے ہیں) جنکا فیصلہ کرنا تک ہائی کورٹ کے فیصلہ کے مطابق حجاب پر پابندی برقرار رکھنے کا تھا، جبکہ جنس سدھانٹو دھولیا نے حجاب کو طلباء کے انتخاب کا فیصلہ دیا اب اس متنازعہ فیصلے سے انصاف یا یہ تکمیل تک نہیں پہنچے گا بلکہ فیصلہ مساویانہ تقسیم ہو گیا اب مزید اس فیصلہ کی سماعت سرکاری یا نجی کئی آئینی بیج کر سکتی ہے لیکن ہم سوال یہ ہے کہ اس دور کی بیج کے فیصلے کے پیمانے الگ الگ کیوں تھے؟ اس سوال کے جواب کو تلاش کرنے کیلئے دونوں جنس حضرات کے کیسے تھے تبصروں کو کھٹکنا ضروری ہے اور یہ کیوں ضروری ہے اسکا ذکر ہم آگے کے طور میں کریں گے، اول یہ کہ جنس گپتا نے جس طرح سے طویل سماعت کے دوران دیگر مذاہب کے طلباء کے پگڑی دوپٹے تک کو حجاب سے موازنہ کرنے سے گریز کیا وہ یہ کہ انھوں نے کرنا تک ہائی کورٹ کی طرح حجاب مذہب اسلام کا لازمی حصہ نہیں ہے یہ یونہی نہیں کہا لیکن حجاب پہن کر اسکول جانے کو خدشہ بتا کر سیکولرزم اقدار کے خلاف بتایا سو ہم یہ کہ انھوں نے کہا کہ طلباء کلاس روم میں حجاب پہننے کے حق کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور نہ ہی یہ تعلیم کے حق سے محروم کرتا ہے جبکہ جنس سدھانٹو دھولیا

مسلم بھنوں کی ذمہ داریاں

سمیہ بنت محمد کامل

ہمارے اسی طرز عمل اور حلیے کو دیکھ کر غیروں کو یہ کہنا پڑ گیا کہ ”حجاب essential نہیں ہے“، ”افسوس ہے ہمیں اپنی حالت پر ہے کہ ہمیں کس چیز کا حکم دیا گیا تھا اور ہم نے اس حکم سے اپنے آپ کو نہ صرف بری الذمہ سمجھ کر بلکہ اپنے حلیے کو ایسا بنا کر لوگوں کے دلوں میں اور لوگوں کی نظروں میں اپنے مقام کو گرا دیا اور دوسروں کو ایسا جملہ کہنے پر مجبور کر ڈالا۔ جب کہ ہم تو ہم تو ہم جس کی خوشبو کو جس کے گھنہروں کی آواز کو بھی پردے میں رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن افسوس ہے آج ہم نے اپنے مقام کو نہ صرف پہچانا، بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صحیح طریقے کو بالائے طاق رکھ کر بلکہ ہمہ کار کامیابی کی تلاش میں دنیا کی غیر قوموں کے پیچھے پیچھے ان کی پوشیدہ تدبیروں کو خوشی کے ساتھ قبول کر کے افسوس میں اور غیر ضروری جگہوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اندام کی کامیابی کے پیچھے زندگی کی دوڑ میں لگا رہے ہیں اور شیطانی جھنڈا میں آ کر اپنے آپ کو خوش نصیب محسوس کر کے متزلزل کے راستے میں جاتے ہوئے اپنے آپ کو ترقی کی بلندی پر محسوس کر رہے ہیں۔ افسوس! تجھ سے تیرے جو ہر مت گئے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام شرم و حیا، عفت و عصمت اور پاکدامنی کا نام ہے۔ اسلام نہ عفت و پاکدامنی کا ایسا سبق دیا ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دیا اور ہماری سو فیصد کامیابی اپنے طریقے پر چلنے میں ہی مضمر ہے۔ ہماری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم کیوں نہیں دوسروں سے سبق لیتے؟ جو قوم بھی اپنے طریقے کو مضبوطی سے تمام کر، ایک جٹ ہو کر عمل کرتی ہے دنیا کی کوئی طاقت اس سے اس کے طریقے کو نہیں چھین سکتی۔ اس کی مثال آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ آج ہمارے سمجھ بھائیوں کو helmet کی جگہ اپنی مخصوص گڈری پہننے کی اجازت ہے اور یہ ان کے لیے essential چیز قرار دے کر ان سے کچھ نہیں کہا جا رہا ہے، لیکن ہمارے حجاب کو غیر essential کہہ کر ہم سے ہمارا حق چھینا جا رہا ہے اور آج کل حجاب کے بارے میں اپنی قوم کے لوگ دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ مسلم قوم کے لیے حجاب ایک ضروری اور اہم چیز ہے، لیکن پھر دوسری طرف ہمارے سامنے رکھ کر غیر قوموں کو یہ کہتے دیکھیں گے کہ یہ غیر ضروری ہے اور نہ مسلم لڑکیاں حجاب پہن کر اس کے ضروری ہونے کا پختہ ثبوت پیش کرتیں۔ اسے قوم کی ہونو! اپنی بچپان کو کھوکھرا کر قدر خوش نظر آتی ہو جیسے تم نے ترقی کے سارے راستے طے کیے ہوں، تو تم کو یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول کے محسوس کو بالائے پشت رکھ کر کبھی کوئی کامیاب ہوا ہے اور نہ ہو سکتا گا۔

اسے قوم کی پیاری ہونو! یاد اور بدیہو! تمہیں تو جنت کی عورتوں کی سر اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی سیرت پیداکرئی تھی تمہیں تو اذواج مطہرات رضی اللہ عنہن جیسی صفات پیداکرے اور انہیں اپنا role model بنا کر دنیا کو یہ دکھانا تھا کہ آج بھی وہی قوم ہیں جس کے لیے ہر جیسے پہلے ضروری تھا، آج بھی ضروری ہے اور تاقیامت ضروری رہے گا۔

آج کل سوشل میڈیا سمیت ہر طرف حجاب ہی حجاب کا شور ہے۔ کہیں یہ سننے کو مل رہا ہے کہ حجاب اسلام کے essential practices کا حصہ نہیں ہے اور حجاب essential نہیں ہے۔ اس جملے نے میرے ضمیر کو جھنجھوڑ رکھ دیا ہے۔ میری ہر سانس کہہ رہی ہے کہ تمہاری قوم کی پستی کے لیے صرف یہی جملہ کافی ہے اور اس جملہ کی بار بار دستک لگنے لگنے اٹھانے پر مجبور کر دیا کہ کیا یہی وہ قوم ہے جس کے لیے قرآن مجید میں: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ“، عیسیٰ آیت نازل ہوئی، کیا یہی وہی قوم ہے جس کو: ”وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ مَنَافِعُ عُضَصْنَ مِنْ أَصْوَافِهِنَّ“ کہہ کر نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ کیا یہی وہی قوم ہے جس کو پردے کے لیے قرآن میں سورہ نور اور سورہ احزاب جیسی سورتیں دی گئیں؟ کیا یہی وہی قوم ہے جس کے لیے پردے میں ہی کامیابی کا راز بتایا گیا تھا؟ کیا یہی وہی قوم ہے جس کو پاکیزہ ازدواج مطہرات کی پاک زندگیوں کا نمونہ ملا تھا؟ کیا یہی وہی قوم ہے جس کو فاطمہ الزہراء، سیدہ عائشہ، خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وغیرہ جیسی نیک سیرت ماں تھیں؟ کیا ہم اسی قوم کی ماںیں، بیٹیاں ہیں جنہوں نے بیٹے کی شہادت کے وقت بھی پردے کو نہیں چھوڑا۔ کیا ہم اسی قوم کی ماںیں، بہنیں ہیں جنہوں نے پردے کی آیت نازل ہونے کے بعد مسجد سے گھر تک بغیر چادر میں لپٹے ہوئے جانا پسند نہیں فرمایا؟ کیا ہم اپنی ان ہی پاکیزہ ماؤں کی بیٹیاں ہیں جن کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن جیسی عظیم الشان دولت نہ صرف دے کر بلکہ کھاکر ایک نہیں ایک جگہوں پر بتا دیا کہ تمہارا درجہ بڑا ہی نہیں، بلکہ بہت بڑا ہے، لیکن کب؟ جب تم فیشن کے نام پر اور آج کل trends کے نام پر وہ کپڑے پہنو جنہوں سے شیطان تک شرمائے۔ جب تم وہ کپڑے پہننے لگ جاؤ جنہیں دیکھ کر یہودی خوش ہو کر یہ کہنے لگ جائیں کہ ”آج ہم نے اپنے مشن کو پورا کر لیا۔“ نہیں بالکل نہیں!!!! بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ”وَلِبَاسُ الْقَوِي ذَلِكْ خَيْرٌ“ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ تقویٰ کے لباس تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور ”وَلْيَضْحَكُوا بَخْمِيرٍ عَلٰی خُبْرٍ“ فرما کر اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ حجاب دوپٹا تمہارے لیے essential ہے۔ اسے میری قوم کی پیاری ہونو! کیا تمہیں یہ چاہئیں کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں بتا دیا ہے کہ بے پردہ عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو اس وقت سے اللہ کے شرف سے اس پر لعنت کرنا شروع کر دیتے ہیں جب تک لوٹ کر گھر واپس نہیں آجاتی۔ اور کیا تمہیں نہیں پتا کہ جو عورت بے پردہ اور سگرے سگرے بازار میں پھرتی ہے تو ان عورتوں کو جہنم کے اندران کے بالوں کے ذریعہ لٹکایا جائے گا اور جہنم کی آگ کی گرمی کی وجہ سے دماغ کھول رہا ہوگا۔

میری پیاری ہونو! یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن وحدیث کی ان وعیدوں کی روشنی میں ہمارا طرز عمل کیا ہے؟ غالباً

تعلیمی پسماندگی کیسے دور کریں؟

ڈاکٹر فہیم الدین احمد

تعلیم "Education For All" کے نعرہ کے ساتھ علاقہ بھر میں ایک عظیم تعلیمی انقلاب کے لیے کام کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر جگہ ایسے ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جو صحیح دینی و دنیاوی تعلیم کے ذریعے قوم کو نہالوں کے مستقبل کو سنوارے اور درج ذیل خصوصیات کا حامل ہو۔

ایک استاد کے تحت صرف بیس سے پچیس بچے ہوتے ہیں تاکہ لکھی طرح بچوں کو پڑھایا جاسکے۔ پانچ چھ سال تک کے بچوں کو ایک سال کے اندر قاعدہ سے ناظرہ قرآن تک کی مکمل تعلیم عمل کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ زمزمی، اہل کے جی اور یو کے جی کی پوری تعلیم دی جائے۔ ناظرہ قرآن کے بعد جب بچے حفظ کی کلاس میں داخل ہوں تو ایک سال میں 10 پارے حفظ کرانے کا ہدف حاصل کیا جائے۔ حفظ مکمل کرنے تک اردو و نقل و ملا، اہم احادیث و دعائیں حفظ کرانا، فرائض غسل و وضو اور اس کا عملی طریقہ مکمل نماز، سلام و مصافحہ و معافہ، کھانے پینے، سونے جانے، ماں باپ، بھائی بہن کے آداب، بڑائی اور چھوٹوں بڑوں کے ساتھ حسن سلوک، اس طرح کے دیگر روزمرہ مسائل سے متعلق اہم تعلیمات سکھائی جائیں۔ نیز تحریری و تقریری صلاحیت پیدا کی جائے۔ ساتھ ہی انگلش، ہندی اور حساب بھی لازماً سکھایا جائے۔ یوں ان شاء اللہ پانچ سال کے اندر اندر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچے حفظ مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ پانچوں کلاس تک کی تعلیم بھی مکمل کر لے گا۔

اب آگے بچہ کہاں اور کس ادارے میں پڑھے؟ بچے کی ذہنی وسعت اور دلچسپی کے مطابق اسے بہترین عالم و مفتی یا ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر وغیرہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بڑی بڑی دانش گاہوں اور جامعات میں داخلہ کے وسائل فراہم کیے جائیں۔ اگر کوئی بچہ غریب گھر سے تعلق رکھتا ہے تو حتیٰ الوسع اس کی تعلیم و تربیت کے اخراجات علاقائی تنظیم برداشت کرے۔

نیز وہ علاقائی تنظیموں کے تحت گاؤں دیہات کے مکاتب و مدارس کا جائزہ لے کر صحیح تعلیمی نظام و نصاب کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔ بہت سے بچے غریبی اور بہت سے امیروں کے بچے بھی غفلت کے سبب اسکول نہیں جاتے۔ لہذا ہر گاؤں میں تعلیمی بیداری کے لیے (Parents Workshop) کا اہتمام کیا جائے جس میں والدین سے ملاقات کر کے ان کے بچوں کے روشن مستقبل اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت کے حوالے سے گفت و شنید کی جائے۔ ویزان بچوں کو پرائمری اسکولوں یا خواندگی سنٹر میں داخل کرانے کے لیے ان کے ماں باپ کو شعور دلایا جائے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جو کسی وجہ سے دین کا علم حاصل نہ کر سکے ہوں ان کے لیے گاؤں گاؤں میں خصوصی پروگرامز منعقد کیے جائیں۔

تعلیمی پسماندگی کے اس پر آشوب دور میں بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کے روشن مستقبل کے حوالے سے غور و فکر کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ جہاں آج پوری دنیا تعلیم و تعلم کے ذریعہ حیرت انگیز طور پر بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر رہی ہے، وہیں مسلمانوں کی شرح خواندگی کی رپورٹ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق تعلیم میں "چین" مذہب سب سے ترقی یافتہ ہے، جب کہ قوم مسلم تمام مذاہب میں سب سے پسماندہ ہے، یہاں تک کہ دلت قوم بھی تعلیم میں مسلمانوں سے آگے ہے۔ قوم مسلم میں ۴۲ فی صد یعنی ایک سو میں بیالیس لوگوں نے کالج کا امتحان نہیں دیکھا۔ سب سے کم تعداد میں اسکولوں میں داخلہ لینے والے مسلم بچے ہیں اور سب سے زیادہ بچے میں پڑھائی چھوڑنے والے بھی مسلمانوں کے بچے ہیں۔ پھر کبھی کی رپورٹ کے مطابق ایک سو مسلم بچوں میں صرف پانچ بچے ہی گریجویشن مکمل کر پاتے ہیں۔ 513 اعلیٰ بی، ایچ، ڈی میں صرف ایک مسلم ہوتا ہے۔ جس قوم کے اندر اتنی تعداد میں لوگ ناخواندگی کی زندگی بسر کر رہی ہو تو وہ قوم دنیا میں کس طرح بلند مقام حاصل کر سکتی ہے؟

تجزیہ کے بعد مسلم قوم کی اس پسماندگی کے پیچھے درج ذیل چند خاص اسباب نظر آتے ہیں۔ اصل وجہ والدین کی ناداری و مفلسی ہے جو اپنے بچوں کے تعلیمی اخراجات پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ حکومتی غیر معیاری تعلیم کی وجہ سے عوام کا اعتماد پرائیویٹ اسکولوں پر ہوتا ہے۔ مفلس اور نادار طبقہ اپنے بچوں کو معیاری اسکولوں میں نہیں پڑھا سکتا۔ بلکہ والدین گھریلو بچہ پورا کرنے کے لیے بچوں کو کوڑی پر لگا دیتے ہیں۔ مستزاد یہ کہ عوام کے پیش نظر تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ دوسری اہم وجہ ماں باپ کا ناخواندہ ہونا ہے۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اپنے بچوں کی تعلیم کیسے اور کہاں تک کرائیں؟ تعلیمی حوالہ سے ان بچوں کو کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔ نتیجتاً ایسے بچوں کا مستقبل خراب ہو جاتا ہے۔ ایک بڑی پریشانی کا سامنا یہ ہے کہ اگر بچوں کو مدر سے میں شریک کر دیتے ہیں تو دنیا کی تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں اور اگر اسکول میں داخلہ دلاتے ہیں تو وہ دین کی تعلیم، نماز و طہارت وغیرہ اور زندگی کے اہم مسائل میں شری رہنمائی سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔ حد تو یہ ہے ماں باپ گزرجا میں تو انہیں نماز جنازہ تک پڑھنا نہیں آتا۔ بس لوگوں کو دیکھ کر فرض اتار تے ہیں۔

لہذا ہر جگہ ایسی کمیٹی کی سخت ضرورت ہے جو باہمی امداد کے تصور کے تحت معاشرے کے خوشحال طبقے کے ساتھ مل کر معاشرے کے پسماندہ افراد کی مدد کر کے خصوصاً انہیں جہالت، بیماری، غربت، بے روزگاری، محرومی اور قدرتی آفات و بلیات سے نکال کر خوش حال زندگی کی راہ پر گامزن کرے۔ جس کی پہلی ترجیح سب کے لیے

ڈینگو وائرس کے حملے

مذکورہ علامات یا ان میں چند بھی کسی شخص میں نظر آ رہی ہوں تو فوری طور پر معالج سے رجوع کرنا چاہیے یا پھر مریض کو ہسپتال میں داخل کر دینا چاہیے، تاکہ اس کی دیکھ بھال اور مرض کی تشخیص صحیح طریقے سے ہو سکے۔

لیبارٹری میں مریض کے خون کا مکمل ٹیسٹ ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس ٹیسٹ میں مریض کے خون میں موجود تھروٹریوٹ (Platelets) کی تعداد چیک کی جاتی ہے۔ خون کی نائل رپورٹ میں 40 سے 50 ہزار تھروٹریوٹ نظر آ جاتی ہیں، لیکن بعض مریضوں میں 15 سے 20 ہزار تک ہوتی ہیں۔ اصل میں ہمارے جسم میں کروڑوں چھوٹی چھوٹی خون کی تھروٹریاں ہیں، جن میں ٹوٹ چھوٹ ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بچہ کچھ کام کرتی ہیں اور خون بننے سے روکتی ہیں۔ تھروٹریوں کی زندگی دس روز ہوتی ہے۔ یہ بڈیوں کے گودے میں تیار ہوتی ہیں۔ ڈینگو وائرس (ڈینگو کا وائرس Flavivirus کہلاتا ہے) سے شدید متاثر مریضوں کے جسم میں تھروٹریاں کم ہو جاتی ہیں، لہذا ڈاکٹر اس کی کو پورا کرنے کے لئے مریض کو مطلوبہ تھروٹریاں دینے سے مریض کے جسم میں رد عمل (Reaction) ہو سکتا ہے، جو آگے چل کر مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ ان تھروٹریوں کو ریفریکٹر جیڑ میں رکھا جاتا ہے، تاکہ یہ ہر وقت ملتی رہیں، ورنہ یہ جم جاتی ہیں اور فائدہ مند نہیں رہتیں۔ ڈینگو بخار کے خوف سے مریض کے والدین، رشتے دار اور دوست احباب بہت متاثر ہوتے ہیں۔ مریض کی حالت جتنی خراب ہوتی ہے، اس سے زیادہ ان کے قریب رہنے والے لوگ پریشان ہوتے ہیں، لیکن اس ضمن میں لوگوں کو گھبرانا یا خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ جدید طبی تحقیقات کے مطابق عام ڈینگو بخار خطرناک نہیں ہوتا اور کم و بیش ایک سے دو ہفتوں میں مناسب دیکھ بھال اور علاج سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ البتہ دو صورتوں میں ڈینگو بخار انتہائی پیچیدہ یا اور شدید خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں ڈینگو بخار کے مریض کو اگر مادہ پچھھر دوبارہ کاٹ لے تو وہ ڈینگو ہیمہ، ہیک فیوڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس بخار میں جسم کی چھوٹی گلوں کے چھپنے سے ناک اور مسوڑوں سے خون خارج ہونے لگتا ہے۔ دوسری میں مریض ڈینگو شاک فیوڈ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس بخار میں مریض پر ڈینگو کی دہشت یا خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے، لیکن مذکورہ بخاروں کی شرح پونہ بیو مریضوں (دو مریض جنہیں ڈینگو بخار تشخیص ہو جاتا ہے) میں تین سے پانچ فیصد تک ہے، تاہم خوف و ہراس کے خاتمے کے ساتھ ساتھ احتیاطی تدابیر بھی انتہائی ضروری ہیں۔

ڈینگو بخار انسان سے انسان کو نہیں لگتا۔ جب مریض بخار میں مبتلا ہو جائے تو اسپرین اور دافع دردم کھ گولیوں کا کھانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، اس لئے کہ یہ معدے میں زخم پیدا کر دیتی ہیں اور جریبان خون کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ بخار کو کم کرنے کے لئے صرف جیبرائین مول دینا چاہیے اور اگر ڈاکٹر نے کسی اور عارضے یا تکلیف کے سبب پانی زیادہ پینے سے منع نہ کیا ہو تو روزانہ ڈھائی سے تین لیٹر پانی پینا بہت مفید ہوتا ہے۔ (ماخوذ روزنامہ تاثیر 18 اکتوبر 2022)

دنیا بھر میں ڈینگو وائرس پہلے بھی کروڑوں انسانوں کو شکار بناتا آیا ہے، تاہم پچھلے چند ہفتوں میں یہ رفتہ رفتہ شدت اختیار کر رہا ہے۔ اس وائرس کے پھیلاؤ کے باعث مریضوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا پرانا ناما بڈی توڑ بخار تھا۔ یہ مرض نہیں، بلکہ اس کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ اس مرض کے وبا کی شکل میں پھیلنے کا ذکر سترھویں صدی کی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کے ایک ارب سے زیادہ افراد ڈینگو وائرس سے متاثر ہیں۔

کئی ممالک جن میں پیروائے، ویزو، بیلو، میکسیکو، کولمبیا، برازیل، بولیویا، ایل سلواڈور، پاکستان اور بھارت شامل ہیں، اس وائرس کی زد میں آ چکے ہیں۔ ڈینگو پچھھر 100 کلومیٹر کا سفر طے کر کے بھی اسے وہاں پہنچا سکتا ہے، یعنی اس وائرس کو وہاں منتقل کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ڈینگو وائرس صرف مادہ پچھھر (Aedes Aegypti) کے کاٹنے سے اس کے لعاب دہن کے ساتھ انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ نر پچھھر پھولوں اور پتوں وغیرہ پر گزار کرتے ہیں۔ یہ پچھھر گندے پانی پر پرورش پانے کے بجائے صاف پانی کے ذخیرے پر پلے ہیں۔ مادہ پچھھر لگاتار دیتی ہے، جو سال بھر تک جگہ پر بھی زندہ رہتے ہیں۔ اگر مادہ پچھھر کے جسم ڈینگو وائرس ہوائے میں بھی وائرس ہوگا۔ جب ان انڈوں کو پانی یا نم جیل مل جائے تو یہ تعدیہ (انفیکشن) پھیلائے والے بڑے پچھھر بن جاتے ہیں۔ پلاسٹک کی گیلی ٹیلیوں کا ذخیرہ بھی ان کی افزائش کی بہترین جگہ ہے۔ مشروبات کی بوتلوں کے ڈسکوں اور قابل تلف (Disposable) بوتلوں اور جوس کے خالی ڈبوں میں بھی یہ پروان چڑھتے ہیں۔ اسی طرح گھروں میں پانی کے پودے جو بوتلوں میں لگائے جاتے ہیں، ان میں بھی ان کی افزائش ہو سکتی ہے۔ گھروں میں ڈببوسی (Water Closet) اور اس کے کناروں میں موجود گھروں میں بھی ان پچھروں کی افزائش کے شواہد موجود ہیں۔ ایئر کنڈیشنرز سے گرنے والا پانی بھی ان کی پرورش میں مدد دے سکتا ہے۔ ان پچھروں کے بچے صاف پانی میں ایک ماہ تک بغیر غذا کے زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ پچھھر درختوں کے سوراخوں میں اور گیلی پتوں پر بھی پروان چڑھتے ہیں۔ دنیا بھر میں ڈینگو کا پچھھر دوسری جنگ عظیم اور اس کے بعد نازکی صنعت اور سیاہیوں کے ذریعے پھیلا ہے۔ گھر میں پانی کی ٹینکی میں جانے والے پائپ کے سوراخ میں نمی کی جگہ یہ پچھر پروان چڑھ سکتے ہیں۔ مسجدوں کے طہارت خانوں میں موجود لوٹوں میں بھی یہ پرورش پا سکتے ہیں۔ ڈینگو وائرس شری الیشیا کے ممالک انڈونیشیا، ملائیشیا اور سنگاپور وغیرہ میں عام ہے۔ ڈینگو وائرس دراصل متاثرہ مادہ پچھھر کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ یہ مادہ پچھھر عام طور پر صبح یا شام کے وقت انسان کو کاٹتی ہے، یہ بے آواز ہوتی ہے، اس لئے پتائی نہیں چلتا۔ ماہرین کہتے ہیں کہ سالانہ دس کروڑ سے زیادہ افراد اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں اور دنیا کی آبادی کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ اس وائرس سے متاثر ہوتا ہے۔

ڈینگو وائرس کی علامات حسب ذیل ہیں: تیز بخار، قلو، گلے میں خراش، جسم پر سرخ دھبے، چینی اور سردی لگنا، سر میں شدید درد، آنکھوں کے پچھلے حصے میں درد، جوڑوں اور پٹھوں میں درد، ابلانیاں اور تھقے شامل ہیں۔ اگر

’مہر‘ کی ادائیگی میں تاخیر نہ کریں

مولانا نادر احمد قاسمی

ہو جائے۔ اسی لئے بہتر بات یہ ہے کہ مہر دونوں طرف کی دلی رضامندی سے طے ہو۔ بہت سے علاقوں میں محض 786 روپے مہر طے کر دیتے ہیں جب کہ دس درہم (تقریباً دو ہزار روپے) سے کم تو مہر ہو ہی نہیں سکتی لہذا ایسے لوگوں کا نکاح اگرچہ ہو جائے گا لیکن مہر مثل ادا کرنا پڑے گا۔

اس سلسلے میں حضرت عرضی اللہ عنہ کا قول ہمارے پیش نظر ضرور رہنا چاہیے، جس میں آپ نے فرمایا ہے: ”اے لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر نہ باندھنا اس لئے کہ اگر دنیا میں یہ کوئی شرف و عزت کی چیز ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ حقدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نکاح کیا ہے یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کا نکاح کیا ہے۔“ ہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر کسی شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے صاحب و سعت بنایا ہے اور وہ زیادہ مہر ادا کرنے پر قادر ہے تو وہ حسن نیت سے ایسا کر سکتا ہے اور احسان کی وجہ سے مذہب اسلام میں یہ ایک قابل ستائش عمل بھی ہے۔

مہر زیادہ متعین کرنے کے بعد مسلم معاشرے میں ایک غلط طرز عمل یہ ہے کہ شوہر کی برکت کو پیش ہے ہوتی ہے کہ بیوی مہر معاف کر دے۔ اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا واضح نقطہ نظر یہ ہے کہ مہر بیوی نے اگر شوہر دلی سے بغیر کسی جبر اور دباؤ کے معاف کیا ہو تو معاف ہو جاتا ہے، پھر دوبارہ اسے مانگنے کا حق بھی نہیں رہتا، (لیکن بالعموم معافی میں جبر یا دباؤ یا شرمناک صورتی کا پاس دینا غلط شامل رہتا ہے)۔ ایسی حالت میں معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ کیوں کہ شریعت کا یہ اصول ہے کہ کسی بھی شخص کا مال آپ اس وقت استعمال کر سکتے ہیں جب برضا و رغبت اس کی اجازت دے۔

اس وضاحت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مرض الموت میں شوہر کی طرف سے بیوی سے مہر معاف کرانے کے جو مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں ان میں اگر بیوی خوش ولی کے بغیر کسی دباؤ کے تحت معاف کر دیتی ہے تو ٹھیک ورنہ اس حالت میں بھی زبردستی مہر معاف کرانے سے مہر معاف نہیں ہوگا اور شوہر آخرت کے مواخذہ سے نہیں بچ پائے گا۔ اگر زندگی میں مہر کی ادائیگی نہیں ہو پائی تو مرنے کے بعد شوہر کے ترکہ سے تجزیہ و تحقیق کے خرچ کے بعد بیوی کے مہر کی ادائیگی ہوگی پھر اس کے بعد ہی وصیت کا نفاذ اور میراث کی تقسیم ہوگی۔

مذکورہ بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حسن معاشرت اور مہر کی عدم ادائیگی کی صورت میں آخرت کے مواخذہ سے بچنے کے لئے ہمیں انتہائی مہر متعین کرنا چاہیے جتنا بامعنی اور اس کا کیا جائے اور اس بات یہ حدیث بھی ہمارے سامنے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ برکت والی خاتون وہ ہے جس کا مہر مل اور آسان ہو۔ (مسند احمد، بیہقی) ہمیں چاہیے کہ ہم حصول برکت اور توازن کو برقرار رکھنے کے لئے اگر استطاعت ہو تو مہر فاطمی کو رواں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا جو مہر مقرر فرمایا تھا اسی مقدار کو سنت مقدار کہتے ہیں اور یہی مقدار مہر فاطمی کی ہے۔

کدھر،، تم نے تو مجبوراً ہماری پارٹی کو ووٹ دیا تمہارے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اندھی حمایت کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی، جمہوریت میں وہی قوم سر بلند ہوتی ہے جس کے اندر سیاسی شعور ہوتا ہے اور وہ احساس کثرتی کا شکا نہیں ہوتی بلکہ اس کے اندر احساس برتری کا حوصلہ ہوتا ہے آج تو مسلم قوم کا بہت بڑا طبقہ ووٹ کی اہمیت کو بھی نہیں جانتا اور اسے بتایا نہیں گئی تھا جاتا ساڑھے چار سال تک سنا تھا چھاپا ہوتا ہے چھ مہینے کے لئے ایسے ایسے چہرے نمودار ہوتے ہیں کہ بس یوں محسوس ہوتا ہے کہ ملک کی ہر سیاسی پارٹی کی مکمل انہیں کے ہاتھوں میں ہے، پھر ساڑھے چار سال تک گوشہ نشین ہو جاتے ہیں خدا را اب تو ہوش کے ناخن لیجئے انہیں ساڑھے چار سالوں کے دوران آپ ووٹوں کی اہمیت کو بتائیے، ملک کے آئین نے ملک کی عوام کو کیا حق دیا ہے، یہ بتائیے سیاست سے قریبی اور دوری کے کیا نقصانات اور فوائد ہیں یہ بتائیے صرف یہ کہہ کر چھٹکارا ملنے والا نہیں ہے کہ اب سیاست گندی ہو گئی ہے معاف کیجئے کہ سیاست کل بھی گندی نہیں تھی اور آج بھی گندی نہیں ہے سیاست کرنے والے جیسے سوچ کے ہونگے ویسا ہی فیصلہ لیں گے آپ اچھی سوچ کے ہیں تو اچھی سوچ کے ساتھ سیاست میں حصہ لیجئے اور پورے سانچ کو سیاست میں حصہ لینے کا مشورہ دیتے تاکہ اچھا سیاسی ماحول قائم ہو ورنہ اندھیرے میں سیاسی پارٹیوں کی حمایت کرنے سے ناپ تک کچھ بھلا ہوا ہے اور نہ ہوگا ہمیں یہ بات دھیان میں رکھنا چاہئے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور نماز سب سے افضل عبادت ہے تو وہاں بھی تاکید کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ نماز کے دوران غلوں میں غلام نہ کیں، بلکہ کھدے سے کھدھا ملا کر کھڑے ہوں ورنہ غلام تو وہاں شیطان داخل ہو جائے گا اب اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب سیاست میں خلا پیدا ہوگا اور اچھے لوگ دوری بنائیں گے تو اس خالی جگہ کو بھرنے کے لئے کون لوگ آئیں گے؟ پھر تو آئے اور اپنے سیاسی وزن کو بڑھانے، سیاسی میدان میں سروں کو گنا جاتا ہے، اگر ہم بھی مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھیں گے تو سیاست کا نقشہ بدلے گا اور ملک کے حالات بھی بہتر ہوں گے۔

اپنا سیاسی وزن بڑھائیے

جاوید اختر بھارتی

گے کہ آخر جب آپ کے کام سے اور آپ کی محنت سے گھر میں کسی کا بھلا نہیں ہو رہا ہے تو ایسی بے گاری سے کیا فائدہ بلا جب آپ وقت اور اپنی زندگی کے ساتھ ساتھ ہمارے مستقبل کو کیوں بر باد کر رہے ہیں تو یہی چیز سماج کے ان رہنماؤں پر بھی عائد ہوتی ہے جو انکسشن کے ماحول میں کسی نہ کسی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں اور اس پارٹی کے حق میں ووٹ دینے کی اپیل کرتے ہیں تو اس سے سماج کے بارے میں کیا معاہدہ کرتے ہیں اگر کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو وہ اپنے سماج کے لوگوں کو کیوں نہیں بتاتے اور اگر کوئی معاہدہ نہیں کرتے ہیں یعنی بلا شرط کسی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں تو کس بنیاد پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہم جسے کہیں گے ہمارا سماج اسی کو ووٹ دے گا ایسا کرنے سے کیا فائدہ،، ہاں اگر صرف آپ کا قد اونچا ہو جاتا ہے تو آپ پورے سماج کو کب تک ایسے ہی بر باد کرتے رہیں گے اور جب سے ملک آزاد ہوا ہے تب سے یہی سلسلہ چلا رہا ہے اندھیروں میں سیاسی حمایت کی جاتی ہے حوالہ پورے سماج کا دیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ حکمران قوم کی آج سیاسی شناخت بھی باقی نہیں رہی، جبکہ ملک دسے دے دبا چلا طبقہ بھی اقتدار کا مزا چکھ لیا اس لیے کہ وہ سمجھ گئے کہ ماسٹر چابی کا نام سیاست ہے جب تک روئے تو روئے لیکن روئے تو روئے سمجھ گئے کہ روئے تو روئے سے کچھ نہیں ہونے والا بلکہ ملک کے آئین نے جو حق دیا ہے اس کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا اور تلاش کیا جس کے نتیجے میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی، اور ہمیں جہاں دوسروں نے آ کر ایک سیاسی پارٹی سے ڈرایا تو ہمارے لوگوں نے بھی آ کر اسی پارٹی سے ڈرایا اور ہم صرف ہرانے والی سیاست تک محدود رہ گئے کہ آج ہم جس قسم کی پارٹی کو ووٹ دیتے ہیں تو دلی زبان میں وہ پارٹی بھی کہتی ہے کہ تمہارے سامنے تو خود بخود یہ تھی تم جانتے

ملک کے نظام کو چلانے کے لئے حکمت عملی مرتب کرنا حکومت کا کام ہے، لیکن اسی حکمت عملی پر نظر رکھنا حزب مخالف کا کام ہے، معلوم یہ ہوا کہ ملک کی اور ملک کے عوام کی بھلائی کی ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے ملک کو سچانے و سنوارنے کی ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جب دونوں کے اندر ایسا ہی نیک نیتی کا جذبہ ہوگا تو ملک ہمیشہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگا،، ہاں اگر حکومت یہ تہیہ کر لے کہ ہمیں حزب مخالف کی بات تسلیم کرنا ہی نہیں ہے، کیونکہ وہ حکومت سے باہر ہے اور حزب مخالف بھی یہ ٹھان لے کہ ہمیں حکومت کی بات ماننا ہی نہیں ہے، حکومت کے کسی کام کی حمایت کرنا ہی نہیں ہے کیونکہ حکومت ہماری پارٹی کی نہیں ہے تو ایسی صورت میں ٹکراؤ کی نوعیت پیدا ہوتی ہے اور ایسی نوعیت سے نہ ملک کا بھلا ہو سکتا ہے اور نہ ہی عوام کا اور فی الحال ہمارے ملک میں ایسی ہی تصویر نظر آ رہی ہے جس کی وجہ سے گھوم پھر کر سارا رخسار غماز عوام کو بھٹکانا پڑ رہا ہے اب آگے بڑھتے جہاں تک بات سیاست اور حمایت کی ہے تو سیاست پر تبصرہ تو ہو چکا اب حمایت پر غور کرنا ہے جیسے میں صدارت کا اعلان ہوتا ہے تو ایک شخص کھڑا ہو کر اس کی تائید کرتا ہے تو اسی کو حمایت کہا جاتا ہے انکسشن کا بگل بگل جانے کے بعد تمام پارٹیاں اپنے اپنے انتخابی منشور جاری کرتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہر پارٹی کی سماج کی معزز شخصیات سے ملاقات کرنے اور ان کے ذریعے ان کے سماج سے اپنے حق میں ووٹ دینے کی اپیل کرنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگ اپیل کرتے بھی ہیں اسی کو حمایت کہتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سماج کے کسی بھی با اثر شخصیت کے پاس کوئی جائے تو وہ جب اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ان کا سہارا لے تو کیا ان کی ذمہ داری نہیں بنتی کہ وہ بھی کچھ شرائط رکھیں یا پوچھیں کہ بدلے میں ہمیں کیا ملے گا، ظاہری بات ہے کہ کج سے لے کر شام تک کسی کسی کے وہاں میں بھی بیٹھتا ہے تو شام کو اس کی اجرت ملتی ہے جس سے اس کے گھر کا خرچ چلتا ہے اس کے کئے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو یہ معاملہ تو انفرادی ٹھہرا لیکن اصول اور ضابطہ یہی ہے چاہے پرائیوٹ سیکٹر ہو یا سرکاری کوئی مفت میں کام کرتا ہوا نظر نہیں آتا اور کوئی مفت میں کام کرے گا تو اس کے گھر والے ضرور اس سے سوال کریں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت کے زیریں کارنامے

پروفیسر محمد سلیم مظہر صدیقی

متاثر ہو کر بعض طالع آزمائوں نے سوچا کہ وہ بھی نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے لیے دنیاوی کامیابی حاصل کر لیں مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جھوٹی نبوت کا پرفریب دعویٰ چند دنوں سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ ایسے چارہاں شخص تھے جن میں ایک عورت بھی تھی۔ ان کے نام مدحان کے قبیلوں اور علاقوں کے حسب ذیل ہیں:

(۱) اسود عسی، قبیلہ مدج، یمن کے علاقے میں حیات نبوی میں مدعی نبوت ہوا۔ کچھ قبیلوں نے اس کو اپنا سردار بنالیا۔ (۲) میلہ کذاب، قبیلہ بنو حنیفہ، یمامہ کے علاقے میں اپنے قبیلہ کے علاوہ بعض قریبی قبیلوں کا نبی بن بیٹھا۔ (۳) سحاح بنت الحارث، قبیلہ تمیم و تغلب، یمامہ کے علاقے میں تغلب، ریبیعہ، نمر اور شیمان وغیرہ کی نبی بن گئی۔ وہ اصلاً عیسائی تھی۔ بعد میں اس نے مسیلہ سے شادی کر کے دونوں کا اتحاد اسلام کے خلاف بنالیا۔ (۴) طلحہ اسدی، قبیلہ بنو اسد، بنو خزاعہ، بنو سطلہ اور غطفان کے بعض خاندانوں کا نبی بن بیٹھا۔ اس کا علاقہ مدینہ کے شمال میں تھا۔

ان جھوٹے نبیوں کے ماننے والوں کی اکثریت تو غیر مسلم لوگوں پر مشتمل تھی، لیکن بعض کے مسلمان بھی بہک کر ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔ بعض لوگوں نے قبائلی عصمت میں اسلام چھوڑ کر ان جھوٹے نبیوں میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کی تھی۔ بعض اپنے سرداروں اور حالات کے دباؤ سے مرتد ہو گئے تھے۔ کچھ غلط فہمی کا شکار ہو کر ان کو سچا نبی ماننے کی غلطی کر بیٹھے تھے۔ بہر حال مختلف علاقوں میں مرتدین موجود تھے لیکن زیادہ تر ان قبیلوں اور علاقوں میں جو دیر سے اسلام لائے تھے اور تربیت و تعلیم کی سی سے کچھ مسلمان نہ بن سکے تھے۔ ان کا زور عرب کے سرحدی علاقوں میں زیادہ تھا اور مرکزی اور وسطی علاقوں میں نہیں کہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر کے اقدامات سے معلوم ہوتا ہے۔

ذوالقصد کے انبیوں سے ٹھنکنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عام مرتدوں اور جھوٹے نبیوں کے مشترک خطرے کو ختم کرنے کے لئے گیارہ لشکر ارادت کے علاقوں میں روانہ کیے۔

اسلامی قائد	مہم کا مقام	مرتدوں اور جھوٹے نبیوں کے قبیلے
حضرت خالد بن ولید مخزومی	بزاخ اور بطاح	طلحہ اسدی اور اس کے قبیلے بنو اسد وغیرہ
حضرت طریفہ بن حابس سلمی	مدینہ کے شمال اور جنوب میں	بنو سلیم اور ہوازن
حضرت مکرمہ بن ابی جہل مخزومی	یمامہ	مسیلہ کذاب اور قبیلہ بنو حنیفہ وغیرہ
حضرت شریح بن حسنہ کندی	یمامہ	// // (دونوں کو ساتھ ساتھ)
حضرت سلاء بن حضری	بحرین	بحرین کے مرتدین کے خلاف
حضرت عرفہ بن ہرثمہ	مہرہ	مہرہ کے مرتدین کے خلاف
حضرت حدیفہ بن محسن	عمان	لقیظ بن مالک ازدی اور دوسرے مرتدین
حضرت مہاجر بن ابی امیہ خزرجی	یمن و حضرموت	اسود عسی کے پیروں کے خلاف یعنی قبیلہ مدج وغیرہ کے خلاف
حضرت سدید بن المقرن	یمن کے نقشی علاقے	یمن کے بعض مرتد قبائل کے خلاف
حضرت عمرو بن عاص سہمی	عرب کی شمالی سرحد	قضاعہ، ودیعہ، بلہ وغیرہ کے خلاف
حضرت خالد بن سعید اموی	حماقین	غسان اور عذرہ کے خلاف

حضرت ابوبکر صدیقؓ انتظام سلطنت کی خاطر مدینہ منورہ میں رہے اور ان لشکروں کو ان کی منزلوں کی جانب روانہ کیا۔ انہوں نے تیز رفتاری سے کام کیا اور تھوڑی سی مدت میں پوری کامیابی حاصل کی۔ مرتدین اور جھوٹے نبیوں کے خلاف دومرح کے بہت اہم ہوئے: ان میں سے ایک جنگ بخراہم تھی جو 632ء/11ھ میں حضرت خالد نے طلحہ اسدی کے خلاف لڑی۔ انہوں نے دانشمندی سے کام لے کر پہلے ان قبیلوں کو اسلام کی دعوت دی۔ حضرت عری بن حاتم وغیرہ کو کششوں سے بنو سطلہ اور بنو عدلہ نے طلحہ اسدی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر جنگ کے دوران بعض قبیلوں پر یہ حقیقت کھلی کہ وہ جھوٹا نبی ہے تو انہوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ حضرت خالد کے زبردست حملوں سے طلحہ کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے اور توبہ کر کے پھر اسلام لے آئے۔ بعد میں طلحہ اسدی نے مدینہ آ کر توبہ کی اور اسلام قبول کر لیا۔ وہ بطور مسلم شہید ہوئے۔

دوسری بڑی جنگ، جنگ یمامہ تھی جو 633ء/12ھ میں حضرت خالد مخزومی نے مسیلہ کذاب اور سحاح تہمی کے متحہ حماز کے خلاف لڑی۔ دراصل ہوا یہ کہ یمامہ کے خلاف جو دو مسلم لشکر بھیجے گئے تھے انہوں نے الگ الگ جنگ کی اور دونوں ہار گئے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد کو ان کے خلاف بھیجا اور انہوں نے زبردست جنگ لڑ کر فتح حاصل کی۔ مسیلہ مارا گیا، سحاح فرار ہو گیا اور بعد میں مرگی۔ مسیلہ کے بہت سے ماننے والے قتل ہوئے۔ بچنے والوں نے بعد میں توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی کافی بڑی تعداد شہید ہوئی جن میں قرآن کے قراء اور حفاظ کی تعداد ہی سات سو کے قریب تھی۔

دوسرے اسلامی امیروں نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں کامیابی حاصل کی اور جہاں مسلمانوں کا پلہ کمزور نظر آیا وہاں حضرت خالد کو بھیجا گیا اور انہوں نے اپنی ماہرانہ جنگی صلاحیتوں سے تیزی سے فتح حاصل کی۔ روہہ جنگوں کے میدان میں ہیر و دختر خالد تھے مگر اصل دماغ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کام کر رہا تھا۔ ان کی مضبوطی، صلاحیت اور دین کی فہم نے اسلام کو خطرناک حالات میں محفوظ رکھا۔ چنانچہ صرف چھ ماہ کی مدت میں روہہ بغاوتیں ختم ہو گئیں اور پورا جزیرہ عرب اسلامی ریاست کے تحت آ گیا اور پھر سے کامل امن و امان قائم ہو گیا۔ اس کے علاوہ قبیلہ جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے وہ بھی اسلام کی سچائی دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اصل نام عبداللہ اور ان کے والد ماجد کا عثمان تھا مگر دونوں بالترتیب اپنی اپنی کنیت ابوبکر اور ابوقاف سے زیادہ معروف ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے بلا جھجک اور بلا سوچ بچار اسلام لائے، اس لیے صدیقؓ کہلاتے ہیں۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی سب سے بزرگ ترین شخصیت سمجھے جاتے ہیں، کیونکہ انہوں نے آپ کی اور اسلام کی بہترین خدمات انجام دیں۔ وہ آپ کے ہر دم کے ہر آن کے رفیق تھے، آپ کے ہر کام کے شریک، آپ کے سب سے بڑے مزاج شناس اور اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اسلام کے لیے اپنا تن من اور دھن قربان کر دیا۔ اسی بنا پر وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بعض ایسے امتیازات حاصل تھے جو اور کسی کو نصیب نہ ہوئے ان میں مستقل حجت نبوی کا شرف، غار ثور اور ہجرت مدینہ میں معیت کا شرف اور آپ کی بیماری میں نماز کی امامت کا شرف اہم ترین ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کل دو برس تین ماہ گیارہ دن حکومت کی۔ اس مختصر مدت میں انہوں نے عظیم کارنامے انجام دیے۔ ان میں سب سے اہم اسلامی حکومت اور ریاست کا تحفظ و استحکام ہے۔ دوسرا قریبی ممالک یا جزیرہ نمائے عرب کے باہر اسلامی فتوحات کے آغاز کا کارنامہ ہے۔ تیسرا دینی خدمات پر مشتمل ہے۔ چوتھا خلافت اسلامی کا عظیم ترین اور بے مثال آدرش قائم کرنا ہے جو ان کے بعد کسی اور کے بس کا نہیں رہا اور قیامت تک کوئی اس تک نہ پہنچ سکے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے ہی جزیرہ نمائے عرب کے بعض حصوں میں اسلامی ریاست کے خلاف مذہبی اور سیاسی بغاوتیں پھیلنے لگی تھیں۔ ان میں یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک چاہ پسند دار مسیلہ اور صوبہ یمن کے قبیلہ مدج کے ایک جرأت آزمایا اسود عسی نے نہ صرف سیاسی شورش پیدا کی، بلکہ اپنے لیے رسول یا نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا اگرچہ اسود عسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند دن پیشتر ہی یمن کے وفادار ایرانی نسل کے مسلمانوں کی مدد سے نبوی افسروں کے ہاتھوں مارا گیا۔ مگر اس کے ماننے والوں اور بعض جنوبی قبائل کی بغاوت آپ کے بعد بھی جاری رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد بعض موقع پرست اور مرکزیت سے گریزاں افراد و طبقات نے اسلامی ریاست کے خلاف باقاعدہ مسلح بغاوت کی، بلکہ مدینہ منورہ تک پر حملہ کر دیا۔ پوری اسلامی ریاست اور اسلامی نظام کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا۔ ان دشمن اسلام طبقات کے خلاف جو جنگیں اور فوجی کارروائیاں کی گئیں وہ درجہ جنگوں کے نام سے مشہور ہیں اور یہ زمانہ ردہ یعنی ارتداد کا زمانہ کہلاتا ہے کیوں کہ مخالفوں نے اسلام یا اسلامی ریاست سے منہ پھیر لیا تھا۔

اسلام دشمن عناصر کو عام طور سے تین طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: (۱) زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے جن کو عام طور سے ”مانعین زکوٰۃ“ کہا جاتا ہے۔ (۲) جھوٹے نبی (مستبطن) اور (۳) مرتد افراد، قبیلے اور علاقے (مرتدین)۔ صورت حال کچھ ایسی بن گئی تھی کہ یہ تینوں گروہ الگ تھلک کام کرنے کے باوجود آخر میں ایک ہو گئے اور اکثر ایک دوسرے سے گھڑا اسلام کے خلاف رہا۔ صرف مرتدین کا ایک گروہ ایسا تھا جو اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب پر لوٹ گیا تھا اور اس نے جھوٹے نبیوں کو نہیں مانا تھا۔

اسلامی تاریخ کے مصداق خاص کر قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوی (اعراب) مسلمانوں میں سے کچھ لوگ زکوٰۃ و صدقات کو بڑے مزاج سے ادا کرتے تھے اور کچھ بدوی قبیلے اور لوگ کفر و نفاق میں بہت کیے اور اسلام کے مخالف تھے۔ جب کہ انہیں بدوی قبائل میں بہت سے بکے مومن و مسلم تھے۔ نیم مسلم اعراب میں سے جو مدینہ منورہ کے ارد گرد آباد تھے، جہاد سے بھی بچی چراتے تھے (سورہ فتح، ۱۱، حجرات ۱۳) ان اسباب سے اور کچھ یہ سوچ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ و دینا ضروری نہیں اور اسلامی ریاست اتنی مختصر نہیں رہی ان قبیلوں نے اسلامی ریاست کو زکوٰۃ و صدقات دینے سے انکار کر دیا۔ ان میں عس و ذبیان کنانہ، غطفان اور خاص کر ان کے کچھ خاندان و طبقات نے مدینہ منورہ اپنے نمائندے بھیج کر خلیفہ اسلام سے درخواست کی کہ ان کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے معاف کر دیا جائے۔ باقی اسلامی احکام پر وہ عمل کرتے رہیں مگر حضرت ابوبکرؓ نے انکار کر دیا کیوں کہ اسلام کے ایک رکن کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے۔

مانعین زکوٰۃ کے نمائندوں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا کہ مدینہ منورہ میں فوج نہیں ہے۔ اس لیے انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی گفتگو اور حرکات و سکنات سے ان کے ارادوں کا پتہ چلا لیا تھا۔ اس لیے انہوں نے مدینہ کی حفاظت اور اس پر جانک حملہ کے توڑ کا انتظام کر لیا۔ اور اسی رات جب سچے حملہ ہوا تو مسلمان تیار تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے معمولی لشکر کی مدد سے ان کو مار بیٹھا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والوں کے دومراکز تھے: ایک ربذہ کا گاؤں تھا اور دوسرا ذوالقصد۔ حملہ کرنے والے ربذہ سے آئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کا پچھپچا اور ربذہ میں ان کو ایک اور کرائی شکست دی۔ ربذہ کے باغی ذوالقصد بھاگے۔ حضرت ابوبکرؓ مدینہ واپس آئے اور انتظامی اور فوجی انتظامات کر کے ذوالقصد کے باغیوں پر چاڑے۔ وہ دوسری شکست کھا کر بھاگے اور طلحہ اسدی کے علاقے بزاخ اور بطاح میں اس سے جا ملے جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اس طرح مانعین زکوٰۃ اور ایک جھوٹے نبی کا گھڑا ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان اقدامات نے مانعین زکوٰۃ کے حوصلے پست کر دیے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے پھر زکوٰۃ ادا کر کے پورے اسلام کو مان لیا۔ ان سے سبق سیکھ کر دوسرے قبیلوں کے مانعین زکوٰۃ نے بھی توبہ کی اور اسلامی ریاست اور اسلام کی پوری اطاعت کر لی۔ اس طرح مانعین زکوٰۃ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ان تمام قبیلوں کے سب لوگ نہ تو مرتد تھے، نہ جھوٹے نبیوں کے ماننے والے اور نہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے۔ تقریباً ہر قبیلہ میں خاصی تعداد میں سچے مسلمان تھے اور ان مسلمانوں نے اپنے ہی ہم قبیلہ دشمنان اسلام کے ہاتھوں سخت نقصان اٹھایا، مال و جان گنوا کر اسلام نہ چھوڑا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی کامیابی کے نتیجے میں جو سیاسی، سماجی، اقتصادی اور مذہبی کامیابی ملی اس سے

کرناٹک ہائی کورٹ نے ڈاکٹروں کی نشستوں میں کمی کے فیصلے کو یکساں منسوخ

کرناٹک ہائی کورٹ نے 6 اکتوبر 2022 کو جاری کردہ ریاستی حکومت کے نوٹیفکیشن کو منسوخ کر دیا، جس کے ذریعے NEET-PG امتحان 2022 میں خدمات انجام دینے والے امیدواروں کے لیے مختص سیٹوں 30 فیصد سے کم کر کے 15 فیصد کر دیا گیا تھا، سرکاری کوڈ ان ڈاکٹروں کے لیے ہے جو پہلے ہی کرناٹک بھر میں سرکاری خدمات انجام دے رہے ہیں، ہائی کورٹ نے یہ حکم خدمت کرنے والے امیدواروں کی طرف سے دائر درخواستوں کے سچ میں دیا، انہوں نے نشاندہی کی تھی کہ عدالت کے ایک اور فیصلے نے 14 اکتوبر کو ایک متعلقہ حکم میں ایک عبوری حکم جاری کیا تھا کہ ”جب 09-01-2022 تک 30 فیصد نشستیں ان سروس امیدواروں کے لیے مخصوص تھیں تو اسے کم کر کے 15 کر دیا جائے گا“ (انجمنی)

گہلوٹ حکومت نے 500 مدارس میں اسمارٹ کلاس روم کی دی منظوری

راجستھان کے وزیر اعلیٰ شریک گہلوٹ نے 500 مدارس میں اسمارٹ کلاس روم، اسرواپننے کے پالی کے پروجیکٹ کے لیے چھ نئے دفاتر کے قیام اور چارڈیو سہولت مراکز کو پی ایچ ای میں اب گریڈ کرنے کی تجویز کو منظور دے دی ہے، یاد رہے کہ گہلوٹ نے بجٹ سال 2022-23 میں مرحلہ وار درجنوں مدارس میں انٹرنیٹ کی سہولت کے ساتھ اسمارٹ کلاس روم فراہم کرنے کا اعلان کیا تھا، اس کے تحت پہلے مرحلے میں آنے والے سال میں 500 مدارس کو اب گریڈ کیا جائے گا۔ (انجمنی)

بھوپال شاہی مسجد سے سونے کا کلس چوری، چور کو کرائم برانچ نے نیپال سے کیا گرفتار

بھوپال کی تاریخی موتی مسجد سے سونے کا کلس چوری ہونے کے معاملے میں بھوپال پولیس اور کرائم برانچ نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے، شاہی مسجد سے سونے کا کلس چوری کرنے والے کو کرائم برانچ اور بھوپال پولیس نے مشترکہ کارروائی کرتے ہوئے نیپال بارڈر سے نہ صرف گرفتار کیا ہے، بلکہ مسجد سے چوری کئے گئے سونے کے کلس کو بھی چوری کرنے والے کی نشاندہی پر برآمد کر لیا ہے، مسجد کے سونے کے کلس کی برآمدگی کے بعد محلہ شاہی اوقاف نے جہاں راحت کی سانس لی ہے وہیں شاہی اوقاف نے کرائم برانچ، بھوپال اور بھوپال کی سماجی تنظیموں و سماجی کارکنان کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ (انجمنی)

ایک سیب روزانہ اچھی صحت کا ضامن

ٹائمرک آکسائیڈ کی مقدار بھی بڑھادی جاتی ہے، جس سے شریانوں کو پھیلنے میں مدد ملتی ہے۔

دماغی کمزوری

طبی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ دماغی کمزوری اور زکام میں سیب کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ طالب علموں کو اکثر امتحانوں میں نزلہ زکام کی شکایت ہو جاتی ہے۔ یہاں دماغی کمزوری میں مفید غذائی نسخہ دیا جا رہا ہے۔ کھانا کھانے سے دس منٹ پہلے ایک یا دو سیب اچھی کوالٹی کے پھل کر کھانے سے چند روز میں دماغی کمزوری کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

کھانسی

ایک کپا ہوا سیب کوٹ لیں یا اس کا رس نکال لیں۔ کوٹے ہوئے سیب کا رس نکال کر مریض ملائیں اور صبح ناشتے سے پہلے مریض کو پلائیں یہ کھانسی کے لئے مفید ہے۔

تھکاوٹ کا علاج

کچے سیب کا جوس نکال لیں یا کوٹ کو نچوڑ لیں۔ اس میں نمک ملا کر پلانے سے تھکے میں آرام آتا ہے۔ پیٹ کے کیڑے: رات کے وقت بچوں کو دو سیب کھلائیں۔ اس کے بعد پانی بالکل نہ پلائیں۔ چند روز ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے نکل جاتے ہیں۔

قابل رشک صحت

صبح خالی پیٹ تین چار سیب کھا کر دو دو پیئیں۔ ایک دو ماہ میں صحت بہت اچھی ہو جائے گی۔ بھوک نہ لگنا: تازہ سیب کے جوس میں چٹکی بھر سیاہ مرچ سفید زرد اور نمک ملا کر پینے سے بھوک میں اضافہ اور معدہ طاقتور ہوتا ہے اور غذا بڑا وزن بننے لگتی ہے۔

مرہ پیب

پانچ سے چھ منٹ سیب لے کر ان کے اندر سے بیج نکال دیں۔ چاقو سے نکال کر پانی میں ہلکا سا جوش دیں۔ نیم پختہ ہونے پر چینی کی چاشنی ڈال کر تھوڑی دیر کے لئے آگ پر پکائیں۔ قوام گاڑا ہونے پر آگ سے اتار کر ششے کی بوتل یا جار میں محفوظ کر لیں۔ بطور ناشتہ سہری ورق میں لپیٹ کر استعمال کرنا مقوی، قلب و دماغ ہے۔

بچوں سے یہ فائدہ نہیں ہوتا۔ تازہ سیب میں 84 فیصد پانی ہوتا ہے۔ سیب میں فائبرس تمام بچوں اور سبزیوں سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ سیب کا چھلکا ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ سیب گردوں کی صفائی کے لئے بھی بہترین ٹانک ہے۔ سیب میں موجود فائبر کی اعلیٰ مقدار پتھری کی روک تھام میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جبک فوڈ اور لڈرنگ کے ذریعے ہمارا جگر متاثر ہو رہا ہے۔ سیب جگر کو زہریلے مادوں سے پاک رکھنے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔

سیب صحت مند دل کے لئے

ایک تحقیق کے مطابق جسم سے سیب کا ایک اعلیٰ فائبر کا تعلق ہے۔ اعلیٰ فائبر کا زیادہ استعمال کو لیڈرنگ کو کم کرتا ہے۔ دل کی شریانوں کی بیماری میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے۔ سیب میں فینولک کیمیاؤنڈ پایا جاتا ہے۔ جو کو لیڈرنگ کو بڑھنے سے روکتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق اگر چھ سال سے زیادہ عمر کے افراد روزانہ ایک سیب کھائیں تو ہر سال امراض قلب سے مرنے والے 8500 افراد کو بچایا جاسکتا ہے۔

وزن میں کمی

ہماری بہت سی بیماریاں مونہے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جن میں اسٹروک، دل کی شریانوں کی بیماری، اور سوتے وقت میں سانس لینے میں مشکل۔ بڑھتے وزن کو کنٹرول کرنے کے لئے سائنس دانوں نے فائبر کی مقدار کو کافی اہمیت دی ہے۔ سیب فائبر سے بالاب بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بغیر کیلوریز کے فائبر مہیا کرتے ہیں۔ سبز چائے اور سیب: تحقیق کے مطابق سیب اور گرین ٹی میں ایسے قدرتی کیمیکلز موجود ہوتے ہیں جو جسم کو نگین طبی مسائل جیسے امراض قلب اور کینسر وغیرہ سے تحفظ دیتے ہیں۔ جب ان دونوں کو اکٹھے استعمال کیا جاتا ہے تو ان میں موجود قدرتی اینٹی آکسائیڈنٹس وی ای جی ایف نامی مالکیول ہلاک کرتے ہیں جو خون کی شریانوں میں چربی کو جمع نہ ہونے دینے والے عمل کو بڑھاتا ہے، خیال رہے کہ شریانوں میں چربی بننے سے دل کے دورے یا فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ تحقیق میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں غذائیں خون میں

کہا جاتا ہے کہ ایک سیب روزانہ کھانے سے آپ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہیں گے جس کو کبھی سائنس کا فی حد تک درست بھی مانتی ہے۔ حالیہ تحقیقی رپورٹ میں سیب کو دیگر غذاؤں کے ساتھ ملانے یا دن کے مخصوص اوقات میں کھانے کے فوائد بھی سامنے آئے ہیں۔ ان سے واقفیت حاصل کر کے سیب کے زیادہ سے زیادہ طبی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

سیب اور نمائش

روزانہ ایک سیب یا نمائش کا استعمال بڑھاپے کے اثرات کو روکنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ ایک تحقیق میں سیب کے پھلوں اور نمائشوں میں ایک ایسا کیمیکل دریافت کیا گیا ہے جو عمر بڑھنے کے ساتھ پٹھوں میں آنے والی متزلی کی روک تھام کا کام کرتا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ایک پروٹین اے ٹی ایف 4 پٹھوں یا مسٹل میں کمزوری آنے لگتی ہے جس کی وجہ جینز میں آنے والی تبدیلی ہوتی ہے۔ دو ماہ تک سیب یا سبز نمائش کا استعمال اس کی روک تھام کرتا ہے۔ تحقیق کا کہنا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں پائے جانے والا قدرتی عنصر عمر بڑھنے سے مرتب ہونے والے اثرات کی روک تھام کرتا ہے۔

سیب اور کیلے

روزانہ ایک سیب یا کیلا کھانا ہارٹ ایک یا فالج سے موت کا خطرہ نمایاں حد تک کم کر دیتا ہے۔ ایک تحقیق میں کہا گیا ہے کہ روزانہ ایک کیلا یا ایک سیب خون کی شریانوں کی پیچیدگیوں سے لائق ہونے والے امراض سے موت کا خطرہ ایک تہائی حد تک کم کر دیتا ہے۔ تاہم تحقیق میں کہا گیا ہے کہ یہ پھل تازہ ہونے چاہئے، کیونکہ پرائیس شدہ پھل میں سے بیشتر طبی فوائد ختم ہو جاتے ہیں۔

ایک سیب روزانہ ضرور کھائیں

ایک سیب روزانہ فالج کی روک تھام کرتا ہے، ایک ڈیج تحقیق کے دوران دس برسوں تک میں ہزار سے زائد افراد میں پھلوں اور سبزیوں کے استعمال کا جائزہ لیا گیا، نتائج سے معلوم ہوا کہ سرخ سیب کھانے کی عادت رکھنے والوں میں فالج کا خطرہ نو فیصد تک کم ہو جاتا ہے جبکہ دیگر رنگوں والے

عجیب لوگ ہیں کیا خوب منصفی کی ہے
ہمارے قتل کو کہتے ہیں خود کشی کی ہے
(حفیظ میرٹھی)

بہار کے اردو ادارے اور حکومت کے اقدامات!

پروفیسر مشتاق احمد

ہوں۔ یہ تو ہمارا جمہوری حق ہے اور جب ریاست میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے تو اردو کے لیے کام کرنے والے اداروں کو زندہ ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جن لوگوں کی نگاہ ان اداروں کے عہدوں پر ہوتی ہے ان کا اردو کے مستقبل سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔ وہاں جا کر مہر و بن جاتے ہیں۔ ماضی کا تلخ مشاہدہ ہے کہ بہت کم ایسے جبالے ہوئے ہیں جو ان عہدوں پر جا کر اردو کی تعلیم کو فروغ دینے کیلئے کوشاں رہے ہوں۔ دراصل یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اردو کا دی ہو کہ اردو مشاورتی کمیٹی ان دونوں کے کاٹل میں اردو تعلیم نہیں ہے۔ اردو اکادمی کے تعلق سے پہلے ہی یہ ذکر آچکا ہے کہ وہ اردو ادب کو فروغ دینے کیلئے ہے اور اردو مشاورتی کمیٹی کا کام صرف یہ ہے کہ حکومت کو سرکاری دفاتر میں اردو کے چلن کو فروغ دینے کیلئے مشورہ دے۔ اس کے مشورے کو حکومت اس قدر سنجیدگی سے لیتی ہے وہ حقیقت بھی جگہ ظاہر ہے۔ میں اس حقیقت کی طرف اکثر توجہ دلاتا رہا ہوں کہ کوئی بھی زبان سب سرکاری مراعات پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر سرکاری فنڈ سے ہی کوئی زبان فروغ پاتی تو ملک کی قومی زبان ہندی کا پورے ملک میں بول بالا ہوتا مگر آزادی کے پچھتر برسوں کے بعد بھی جنوبی ریاستوں میں کیا حال ہے اور شمال مشرقی ریاستوں میں ہندی کے سامنے کیا دشواری ہے اس سے بھی ہم بخوبی واقف ہیں۔

غرض کہ کسی بھی زبان کی ترقی کی ضامن اس کی تعلیم اور اس کے رسم الخط کا تحفظ ہے۔ ریاست بہار میں جس وقت اردو کا دی نہیں تھی اور نہ ہی اردو مشاورتی کمیٹی کا تصور تھا، اس وقت ریاست میں اردو زبان کا کتنا بول بالا تھا کہ کتب سے لیکر سینڈری اسکولوں اور کالجوں میں قابل رتبہ اردو طلباء کی ہوتی تھی کہ اس وقت اردو زبان کے لئے ریاست میں کسی رضا کار تنظیم تھیں اور اردو کے تخلص جیالے تھے جو دن رات اردو کی تعلیم کو فروغ دینے کیلئے فکر مند رہتے تھے۔ وہ حکومت سے زیادہ کوشاں ہو کر اپنی کوشش میں رہتے تھے۔ مسجد کے ممبر سے لے کر مذہبی جلسوں اور سیاسی جماعتوں کے جلسوں میں بھی اردو زبان کو زندہ رکھنے کی اپیل کی جاتی تھی اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ حکومت کو بھی خوف ہوتا تھا کہ اگر اردو کے ساتھ نا انصافی ہوئی تو اس سے اس کا خسارہ ہو سکتا ہے، کیوں کہ کوئی بھی حکومت اتنی بے خبر نہیں ہوتی ہے کہ اس کو کھام کے مزاج کا اندازہ نہیں ہو۔ آج اگر اردو زبان سے محبت رکھنے والے افراد اپنے بچوں کو اردو زبان کی تعلیم دلانے کیلئے عہد کریں اور سرکاری دفاتر میں اردو زبان میں درخواست دینے کی رش اختیار کریں تو اردو زبان کی ترقی کے راستے خود بخود ہموار ہونے لگیں گے۔ مگر افسوس کہ حکومت اردو متوجہ نہ ہوتی ہے اور اردو آبادی کی غفلت کا اندازہ لگانا ہو تو کبھی اس تلخ حقیقت سے بھی آشنا ہو جائیں کہ ہم اردو والوں نے اردو کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ راج بھاشا کا اردو ڈائریکٹریٹ جس کا کام سرکاری دفاتر میں اردو زبان میں کام کو فروغ دینا ہے اور وہ اس پہلو پر جدوجہد بھی کرتے ہیں تاہم وہ اپنے مقصد اوہیں سے کہیں زیادہ سیدھا منہ نہ کر رہے ہیں اور اردو کی اشاعت پر تنبیہ ہے۔ اور اردو زبان کی ترقی کے لئے ہم صرف حکمت سے مطالبہ کرنے میں مصروف ہیں۔

بہار میں تیش کماری کی قیادت والی نئی حکومت جب سے تشکیل پائی ہے تب سے ایک بار پھر اردو اداروں کے متعلق طرح طرح کے مطالبے شروع ہو گئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ریاست میں گذشتہ کئی برسوں سے اردو کے فروغ کے لیے قائم کردہ سرکاری ادارے بند ہو گئے ہیں؛ لیکن وہ عملی طور پر فعال کردار ادا نہیں کر رہے ہیں۔ کیوں کہ ان اداروں کی تشکیل تو نہیں ہونے کی وجہ سے سارے کام بند پڑے ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ ریاست میں اردو زبان کو دوسری زبان کا درجہ حاصل ہے اور یہاں اردو کے فروغ کے لیے حکومت نے اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی جیسے ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ اس لئے اردو آبادی کی طرف سے ان دونوں اداروں کو فعال بنانے کے لئے اس کے جزیئر میں اور ممبران کی نامزدگی کا مطالبہ ہوتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ادارے اس لیے قائم کیے گئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے اردو کا فروغ ہو سکے۔ یہ سکہ کا ایک پہلو ہے۔ لیکن جہاں تک اردو زبان کے فروغ کا سوال ہے، اس کے لئے صرف سرکاری ادارے کا فعال ہونا یا پھر اس کے جزیئر میں اور ممبران کی نامزدگی کا ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ دونوں سرکاری اداروں کے ذریعے اردو زبان کی تعلیم کا کوئی راستہ ہم وار نہیں کیا جاتا؛ البتہ اردو کے ادا اور شعرا کی کتابوں کی اشاعت کا مسئلہ مالی امداد دینے کی وجہ سے آسان ہو جاتا ہے اور پھر کتابوں پر انعام مل جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ ان دونوں اداروں کی فعالیت سے ادب کو فروغ مل سکتا ہے، البتہ اردو زبان کی ترقی کا جو مسئلہ ہے وہ حل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت ریاست میں اردو زبان کی تعلیم کے راستے میں جو مسائل ہیں اس کو دور کرنے کے لئے اردو زبان بولنے والوں کو فعال و متحرک ہونا ہوگا بالخصوص اردو آبادی کو یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ اپنی نئی نسل کو اردو تعلیم سے آراستہ کریں۔ کیونکہ اس وقت سب سے بڑا المیہ ہے کہ دن بدن اردو گھرانوں میں اردو کا چراغ کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اردو والے اپنے بچوں کو اردو کی تعلیم دلانے میں غیر تنبیہ نظر آ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ہم اردو والے خود اپنی نئی نسل کو اردو سے دور کرتے جا رہے ہیں تو حکومت کے ادارے کون سا کوشش کریں گے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ دن رات حکومت سے مطالبہ کرنے کی جگہ ہم سب انفرادی طور پر ممکن ہو کر کوشش کریں کہ ہمارے گھروں میں اردو کی تعلیم کی روایت قائم رہے اور ہمارے آس پاس گھروں میں بھی اردو کی تعلیم یقینی ہو سکے۔ یہ بات میں ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں کہ اسکولوں اور کالجوں میں دن بدن اردو طلباء کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہمارے مدارس میں اردو رسم الخط کے ذریعے تعلیم کا نظم قائم نہیں رہتا تو صورتحال اور بدتر ہوتی۔ اس کی زندہ مثال یہ بھی ہے کہ آج ملک کی تمام بڑی یونیورسٹیوں میں شعبہ اردو کی روٹن مدارس کے فارغین طلباء سے برقرار ہے۔

اس لئے جتنی قدر مندی سرکاری اردو اداروں کو فعال بنانے کی ہے اس سے کہیں زیادہ اردو زبان کی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے فکر مندی لازمی ہے۔ یہاں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ میں سرکاری اردو اداروں کو فعال بنانے کے حق میں نہیں

اعلان داخلہ

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے ماتحت چلنے والے مولانا منت اللہ رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ پھولاری شریف، پٹنہ میں بی ایم ایل ٹی (ٹیچر آف میڈیکل لیو ریٹری جینالوجی) اور بی بی ٹی (ٹیچر آف فیزیوتھیراپی) کورس میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ و طالبات کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مذکورہ دونوں کورسز میں داخلہ کے لیے داخلہ امتحان (Entrance Test) مورخہ 02 نومبر 2022 کو صبح 10:00 بجے سے دوپہر 1:00 بجے تک ہوگا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لیے فارم بھرنے کا مکمل جاری ہے۔ جن طلبہ و طالبات نے اب تک فارم نہیں بھرا ہے وہ جلد از جلد انسٹی ٹیوٹ کے کانسٹر سے فارم حاصل کر کے فارم بھر کر جمع کر دیں اور مذکورہ تاریخ میں داخلہ ٹیسٹ میں شریک ہوں۔ ایڈمٹ کارڈ مورخہ 01 نومبر 2022 سے ملے گا۔ داخلہ امتحان میں شرکت کے لیے اپنا ادھار کارڈ ضرور ساتھ لائیں۔ مزید معلومات کے لیے انسٹی ٹیوٹ کے موبائل نمبر 9905354331, 9631529759 پر رابطہ کریں۔

سہیل احمد ندوی

سکرٹری جنرل امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

نتیب کے خریداروں سے گزارش

☆ امارت شرعیہ بہار، ایڈیٹر و جہاز نگار کاغذ روزہ ترجمان اخبار ہرمواریٹج ہو کر پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے اور سمواریٹج دونوں کے اندر ڈاک کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، یہ تین چار دنوں میں خریداروں تک پہنچ جاتا ہے، اگر یہ اخبار آپ تک پابندی سے نہیں پہنچتا یا ڈاک کی مثال مٹول کرتا ہو تو آپ اس کی اطلاع مندرجہ ذیل نمبر پر فون کر کے دفتر کو دیں تاکہ متعلقہ افسران سے رابطہ کر کے اسے آپ تک پہنچانے کی جتنی صورت نکالی جاسکے۔

☆ اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعداد ارسال فرمائیں، اور مئی آرڈر کو پورا پورا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پین کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈاکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقیہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کریں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 **دراپلہ اور وائس آپ نمبر**

نتیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نتیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratsariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نتیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
(منیجر نتیب)